تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعلمین نذیراً

ماہنامہ الفرقان ربوہ

حضرت فضل عمرؓ نمبر

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

قیمت پرچہ ھذا ایک روپیہ

دسمبر ۶۵ جنوری ۶۶

A Great Nation Builder

Maulana Mohammad Yaqoob Khan the Editor of the 'Light' (Lahore) under the above caption, writes:

"The death of Mirza Bashiruddin Mahmud Ahmad, Head of the Ahmadiyya Movement, (Rabwah) rang the curtain down on a most eventful career, packed with a multitude of far-reaching enterprises. A man of versatile genius and dynamic personality, there was hardly any sphere of contemporary thought and life during the past half century, from religious scholarship to missionary organisation, even political leadership on which the deceased did not leave a deep imprint. A whole network of Islamic missions and mosques scattered over the whole world, the deep penetration of Islamic preaching in Africa transplanting the long-entrenched Christian missions are a standing monument to the deceased's imaginative planning, organisational capacity and unflagging drive. There has hardly been a leader of men in recent times who commanded such deep devotion from followers, not only when alive, but after death, when 60,000 people rushed from all parts of the country to pay their last homage to their departed leader. In the story of the Ahmaiyya Movement the Mirza Sahib's name will go down as a great Nation Builder, who built up a well knit community in the face of heavy odds, making it a force to be counted with. We offer the bereaved family our deep condolences in this great loss."

(The Light, 16.11.1965)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۵ ۔ شمارہ ۱۲ جلد ۱۶ ۔ شمارہ ۱	ماہنامہ الفرقان ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء ؛ جنوری ۱۹۶۶ء	شعبان و رمضان ۱۳۸۵ ہجری قمری فتح ۱۳۴۴ و صلح ۱۳۴۵ ہجری شمسی

درخواستِ دعا

الفرقان کے معاونینِ خاص کے لئے درخواستِ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشے اور ان پر اپنے فضلوں کا سایہ رکھے۔ آمین

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت فضل عمرؓ نمبر

سیّدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۸/۷ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو آپ کا وصال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کا ایک شعر ہے ؎

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اِس فدائی پہ رحمت خدا کرے (کلام محمودؓ)

آج آپ کے وصال کے بعد حالت یہ ہے کہ ؎

محوِ دعا ہیں آج سبھی طفل و شیخ و شاب
مِلّت کے اِس فدائی پہ رحمت ہو بے حساب (بشیر رحمانی)

الفرقان کا یہ نمبر بھی اسی کا ایک اظہار ہے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ (ایڈیٹر)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک عظیم مقصد

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم سے)

"تا کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

جو علوم و معارف اور حقائق و دقائق اور لطائف و نکات، اور ادلہ و براہین اس پاک وجود مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو خدائے رحمن نے عطا کئے اور جنہیں آپ نے اپنی تفسیر کبیر اور متعدد دیگر کتب میں بیان کیا وہ اپنی کمیت اور کیفیت میں ایسے کامل مرتبہ پر واقع ہیں کہ جو خارق عادت ہے۔

(خاکسار مرزا ناصر احمد)
خلیفۃ المسیح الثالث

۱۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء

محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا
جامع اور عارفانہ جواب

[۱۲؍دسمبر ۱۹۶۵ء کو جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب دفتر الفرقان میں تشریف لائے۔ میں نے ان کے سامنے مندرجہ ذیل استفسار رکھا۔ فرمانے لگے کہ اس وقت جواب دینا مشکل ہے۔ میں نے کہا کہ یہیں لکھ دیں اس پر آپ نے ذیل کا جامع جواب رقم فرمایا ——— (ایڈیٹر)]

سوال اور اس کا جواب

مکرم جناب چودھری صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الفرقان کا نمبر شائع ہو رہا ہے۔ اس بارے میں تنگیٔ وقت کے باعث آپ سے صرف ایک ہی استفسار کا جواب مطلوب ہے اور وہ یہ کہ آپ نے حضور کی زندگی کے کس پہلو سے سب سے زیادہ تاثر لیا ہے؟

خاکسار ابو العطاء جالندھری

مکرم مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نظارہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

والی لبقیۃ تحمی۔

والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی الٰہی فراست

{ احباب کے ازدیادِ ایمان کے لئے ہم ذیل میں محترم جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان کے خط مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۶۵ء کا اقتباس درج کرتے ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:- }

"ڈاکٹر محمد حسین صاحب جو وٹرنری ڈاکٹر ہیں اور ان دنوں میسور کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر اینمل ہسبنڈری ہیں کئی سال تک جماعت احمدیہ بنگلور کے پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں انہوں نے اپنے خط مورخہ ۱۲/۱۱/۶۵ میں تحریر کیا ہے کہ

"میرے آقا زادہ! کوئی چونتیس پینتیس سال کی بات ہے کہ وٹرنری کالج کے تین طالب علموں کو جن میں سے ایک یہ خاکسار بھی تھا۔ حضور اقدس رض سے شرفِ ملاقات کا ایک موقعہ حاصل ہوا۔ اثنائے گفتگو یکایک قطع کلام کرتے ہوئے حضور اقدس رض نے فرمایا "اسلام کی نشأۃِ اولیٰ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ میں شرم و حیا بے انتہا تھی یہی حال میاں ناصر احمد کا ہے اور یہ بھی مجسّم شرم و حیا ہے"۔۔۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے اپنی سابقہ گفتگو سے تسلسل قائم کر لیا۔"

الفرقان —— مکرم ڈاکٹر صاحب کے خط میں "حضور اقدس" سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور رض کا یہ بیان الٰہی فراست سے تھا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کو جماعت احمدیہ کا "تیسرا خلیفہ" بنا کر پورا کر دیا ہے۔ یہ واقعہ بھی صداقتِ احمدیت کا ایک درخشندہ نشان ہے۔

اداریہ

"فضلِ عمرؓ"

نام میں ۲ پیشگوئیاں اور ان کا ظہور

(۱)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو وحیٔ الٰہی شائع فرمائی اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔"

اس عمومی وعدہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص موعود فرزند مصلح موعود کی بھی بشارت اس وحی میں دی جس کے متعلق فرمایا:۔

"خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔"

اس مصلح موعود کے ناموں کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضلِ عمر ظاہر کیا گیا ہے۔"

(سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

(۲)

حضرت مصلح موعود کو فضلِ عمر قرار دینے میں ایک پیشگوئی تو یہ بھی کہ مصلح موعود سلسلہ احمدیہ یعنی اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں اسی طرح دوسرا خلیفہ ہوگا جس طرح اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ تھے۔ گویا مصلح موعود کے نام فضلِ عمر میں یہ پیشگوئی تھی کہ وہ بھی حضرت عمرؓ کی طرح خلافتِ ثانیہ کی فضیلت کا حامل ہوگا۔

اسی اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام صاف طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

(الف) "دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور ان کے

نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں پس اول اس نے قسم اول کے انزالِ رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ کا سامان مومنوں کیلئے تیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔"

(ب) "دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کیلئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اسکے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔" (سبز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

ان دونوں نصوص پر یکجائی غور کرنے سے کھل جاتا ہے کہ بشیر ثانی، محمود اور فضل عمر کے لئے جو مصلح موعود ہی کے نام ہیں مقدر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے طریق انزال رحمت کی تکمیل کے لئے آئے۔ جو نبیوں کی بعثت اور خلفاء کے تقرر سے تعبیر ہے۔ پس فضل عمرؓ نام میں صریح اشارہ ہے کہ مصلح موعود جماعت احمدیہ کا خلیفہ دوم ہے۔

(۳)

الہامات میں مصلح موعود کی صفاتِ خاصہ سے بھی ظاہر تھا کہ وہ عمر پانیوالا ہوگا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بار بار بالتصریح تحریر فرمایا کہ مصلح موعود عمر پانیوالا ہے۔ چنانچہ اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں "مصلح موعود اور عمر پانیوالا" کی ترکیب پانچ مرتبہ اکٹھی استعمال ہوئی ہے گویا پیشگوئی میں مصلح موعود کو عمر پانیوالے کے مترادف قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ کے ذکر پر آپ کی عمر کا بار بار ذکر فرمایا ہے مثلاً لکھتے ہیں:۔

(۱) "وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔" (سراج منیر صفحہ ۳۱)

(۲) "جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۲)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخر تک "مصلح موعود اور عمر پانیوالا" فرزند سیدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ کو ہی سمجھتے تھے۔ اس تشریح کی روشنی میں فضل عمر کا ایک اور مفہوم متعین ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ مصلح موعود اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ لمبی عمر پانے والا ہے۔ گویا لفظ فضل بمعنی زیادتی استعمال ہوا ہے اور عمر سے مراد زندگی ہے۔

واقعات نے اس مفہوم کی بھی تصدیق کر دی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبشر فرزندوں میں سے سب سے لمبی عمر پانے والے ہوئے ہیں اور سب بھائیوں کے بعد آپ کا وصال ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو ہوا ہے۔ پس آپ ہی فضل عمر ہیں اور آپ پر اس لفظ کے ہر دو معنی پوری طرح چسپاں ہوتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ⁕

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اِس فدائی پہ رحمت خُدا کرے!
(کلامِ محمود)



امام جماعت احمدیہ
حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی
المصلح الموعود رضی اللہ تعالی عنہ

وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے

(حضرت سیّدہ محترمہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلہا العالی کے قلم سے)

جو اس نے عطا کی تھی وہ نعمت اسے پہنچی
رو دیا کئے ہم اس کی امانت اسے پہنچی

دنیوی محبّت، جسمانی تعلقات کے میل کی محبت، اغراضِ مشترکہ کی محبت سب فانی ہیں، بجز ایک محبّت کے جو خدائے باقی ولم یزل ولایزال سے کی جائے۔ اور اس میں بھی وہ خاص الخاص محبّت جس کے لئے تو خود خدا تعالےٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر اپنے لئے چُن لیتا ہے وہ سب سے بڑھ کر پائیدار اور اس کی رحمتوں کی جاذب بن جاتی ہے۔ وہی محبتِ الٰہی ہمارے پیارے، ہمارے خلیفۃ المصلح موعودؓ کو ودیعت فرمائی گئی تھی۔ انہوں نے اپنے مالک، اپنے خالق کے عشق میں اس کے محبوب رسولِ اکرمؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق، اس محبوب کے عاشقِ صادق مسیح موعود علیہ السلام کے عشق اور ان کے دین کے لئے تڑپ میں اپنے وجود کو فنا فی اللہ کر دیا۔ اس کی مخلوق سے بھی بہت محبّت کی مگر محض لِلّٰہ۔ تو خدائے کریم ان کی جانب جھک آیا اور ان کو اپنی جانب کھینچ لیا۔ خدا تعالیٰ جس کو اپنی محبت کی کشش سے کھینچ لیتا ہے مخلوق خود بخود اس کی جانب کھنچی چلی آتی ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ سعید رُوحوں میں اپنے آقا، اس مبارک وجود کی محبّت اور تعلق اس قدر شدّت سے پیدا ہوا کہ آج ایک ایک فردِ جماعت ان کی جُدائی سے تڑپ اُٹھا ہے، بیقرار ہے، اشکبار ہے۔ ان کو خدا تعالےٰ نے جب تک ان کے کام پورے ہوئے اس دنیا میں رکھا اور آخر وہ وقت آگیا کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھائے جائیں اور وہ ودُود و کریم خدا اپنی آغوشِ رحمت میں اٹھا کر لے گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہم روتے ہیں وہ خوش ہیں۔ وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ ہم یہاں تڑپتے رہ گئے۔ اب ان کی محبّت، ان کی خدمات، ان کے احسانوں کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ سب ان کے درجات کے بلند تر ہونے کی دعاؤں میں تازیست لگے رہیں اور نیکی و تقویٰ اور خدماتِ دینی میں صدقِ نیّت سے ترقی کریں۔ ہر قدم آگے بڑھے اور بڑھ کر کبھی پیچھے نہ ہٹے تا کہ بعد مُردن اور روزِ محشر میں ہم ان کے اور اپنے آقا حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے روبرو حق کی دعاؤں کا وہ ثمرہ تھے۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جن کی روح اقدس کی اسلام کی زبوں حالی کے لئے تڑپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے درمیان مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا سرخرو ہو کر حاضر ہوں۔ اے محسن خدا! ہمارے رحمان ورحیم خدا ہم کو توفیق بخش۔ آمین

(۲)

پھر خدا تعالیٰ ایک بار ہماری دستگیری کے لئے آگے بڑھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اس مرحوم وجودِ مبارک کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ہماری کمزوریوں کے باوجود گرتے ہوؤں کو تھام لیا، زخمی دلوں پر رحمت کے دستِ کرم سے مرہم لگا دیا اور ہم کو ایک مبارک ہاتھ پر جمع کر دیا۔ اور اسی کے تحت جگر کی صورت میں، گویا ان کو ہمیں واپس بخش دیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

ہم سب کو دعاؤں میں لگے رہنا چاہیئے اپنے مولا کے احسانِ عظیم کی یاد تازہ رکھنے کو اور اس کی نصرت مزید کے حصول کے لئے کہ یہ تیسرا ظہور قدرتِ ثانیہ کا بہت بہت مبارک ثابت ہو اور اس عہد کو خدا اسے کریم بہت بابرکت بنا دے اس سایۂ رحمت کو بہت وسیع کر دے۔ احمدیت ترقی کرے۔ ہم وہ بن جائیں جو ہم کو بننا چاہیئے۔ تمام عالم کیلئے ہم نیک نمونہ ہوں اور وہ مقصد پورا ہو جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور جس کے لئے ہمارے مرحوم محبوب خلیفہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر اپنی جان کی بازی لگا کر اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں۔ اسلام کا جھنڈا بلند ہو، توحید کا ڈنکا تمام عالم میں گونج اٹھے۔

اب ہمارے خدا! ایسا ہی کر،
ہم تیرے دامنِ کرم سے وابستہ رہیں
اور تو ہم کو کبھی نہ چھوڑ، ہم کو اپنا ہی
بنا لے۔ آمین +

مبارکہ

آخری لمحات

(از قلم محترم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ)

ہمارے نہایت ہی پیارے امام، میرے محبوب روحانی اور جسمانی باپ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیماری کے آخری چند لمحات کی یاد ایک نہ مٹنے والا نقش ہے۔

شام سے طبیعت زیادہ خراب تھی اور مسلسل سانس کو درست رکھنے کے لئے آکسیجن دی جا رہی تھی۔ چھاتی میں رسوب زیادہ بھر رہا تھا جسے بار بار نکالنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور مکرم محترم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بار بار معائنہ فرماتے اور رسوب کا اخراج خود اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ بچوں میں سے دو دو ڈیوٹی پر تھے اور باقی تمام ویسے ہی جمع تھے۔ خاندان کے بڑے چھوٹے سبھی کے دل اندیشوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے تاہم زبان پر کوئی کلمہ بے صبری کا نہ تھا اور امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔ اندیشے دھوئیں کی طرح آتے اور جاتے تھے۔ توکل علی اللہ اور نیک امید غیر متزلزل چٹان کی طرح قائم تھے۔ وہ جو صاحب تجربہ نہیں شاید اس بظاہر متضاد کیفیت کو نہ سمجھ سکیں لیکن وہ صاحب تجربہ جو اپنے رب کی قضا و قدر کے اشاروں کو سمجھنے کے باوجود اس کی رحمت سے کبھی مایوس ہونا نہیں جانتے میرے اس بیان کو بخوبی سمجھ جائیں گے۔ پس افکار کے دھوئیں میں گھری ہوئی ایک امید کی شمع ہر دل میں روشن تھی اور آخر تک روشن رہی تاہم کبھی کبھی یہ فکر کا دھواں دم گھونٹنے لگتا تھا۔ دعائیں سب ہونٹوں پر جاری تھیں اور ہر دل اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھا۔

حضورؓ پر کبھی غنودگی طاری ہوتی تو کبھی پوری ہوش کے ساتھ آنکھیں کھول لیتے اور اپنی عیادت کرنے والوں پر نظر فرماتے۔ ایک مرتبہ بڑی خفیف آواز میں برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بھی طلب فرمایا لیکن جیسا کہ مقدر تھا رفتہ رفتہ یہ غنودگی کی کیفیت ہوش کے وقفوں پر غالب آنے لگی اور جوں جوں رات بھیگتی گئی غنودگی بڑھتی رہی۔ اس وقت بھی گو ہماری تشویش بہت بڑھ گئی تھی لیکن یہ تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ حضورؓ کی یہ آخری رات ہے جو آپ ہمارے درمیان گزار رہے ہیں۔ تقریباً گیارہ بجے شب میں ذرا سستانے اور ایک لاہور سے تشریف لائے ہوئے مہمان کو گھر چھوڑنے گیا

اور عزیزم انس احمد کو تاکید کر گیا کہ اگر ذرا بھی طبیعت
میں کمزوری دیکھو تو اسی وقت بذریعہ فون مجھے مطلع
کر دو۔

نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹے ابھی
چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ فون کی دل ہلا دینے
والی گھنٹی بجنے لگی۔ مجھے فوری طور پر پہنچنے کی تاکید
کی جا رہی تھی۔ اُسی وقت جلدی سے وضو کر کے ایک
ناقابلِ بیان کیفیت میں وہاں پہنچا۔ قصرِ خلافت میں
داخل ہوتے ہی مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور
مکرم ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب کے پژمردہ چہروں پر
نظر پڑی جو باہر برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔
حضورؓ کے کمرہ میں پہنچا تو اور ہی منظر پایا۔ کہاں
احتیاط کا وہ عالم کہ ایک وقت میں دو افراد سے
زائد اس کمرہ میں جمع نہ ہوں اور کہاں یہ حالت کہ
افرادِ خاندان سے کمرہ بھرا ہوا تھا۔ حضرت سیدہ
اُمّ متین اور حضرت سیدہ مہر آپا بائیں جانب سرہانے
کی طرف اداسی کے مجسمے بنی ہوئی پٹی کے ساتھ لگی بیٹھی
تھیں۔ برادرم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
دائیں طرف سرہانے کے قریب کھڑے تھے اور حضرت
بڑی پھوپھی جان اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان بھی
چارپائی کے پہلو میں ہی کھڑی تھیں۔ میرے باقی بھائی
اور بہنیں بھی جو بھی ربوہ میں موجود تھے سب وہیں تھے
اور باقی اعزا و اقربا بھی سب ارد گرد اکٹھے
تھے۔ سب کے ہونٹوں پر دعائیں تھیں اور سب کی نظریں
اس مقدس چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ سانس کی رفتار تیز تھی
اور پوری بے ہوشی طاری تھی۔ چہرے پر کسی قسم کی تکلیف
یا جدوجہد کے آثار نہ تھے۔ میں نے کسی بیمار کا چہرہ اتنا
پیارا اور ایسا معصوم نظر آتا ہوا نہیں دیکھا۔ میں نہیں
جانتا کہ اس حالت میں ہم کتنی دیر کھڑے رہے اور
سانس کی کیفیت میں وہ کیا تبدیلی تھی جس نے ہمیں غیر معمولی
طور پر چونکا دیا۔

اُس وقت مجھے پہلی مرتبہ یہ غالب احساس ہوا
کہ گو خدا تعالیٰ قادرِ مطلق اور حیّ و قیوم ہے اور ہر آن
اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے لیکن وہ تقدیر جس سے ہمارے
نادان دل گھبراتے تھے وہ تقدیر آ پہنچی ہے پس اُسی
وقت میں نے قرآن کریم طلب کیا اور اُس مقدس وجود
کی روحانی تسکین کی خاطر جس کی ساری زندگی قرآن کریم
کے عشق اور خدمت میں صرف ہوئی سورۂ یٰسین کی
تلاوت شروع کر دی۔ یہ ایک مشکل گھڑی تھی اور
سر سے پاؤں تک میرے جسم کا ذرّہ ذرّہ کانپ رہا
تھا۔ اُس وقت مجھے صبر کی طنابیں ڈھیلی ہوتی ہوئی
محسوس ہوئیں۔ اُس وقت میں نے اپنے چاروں طرف
سے گھٹی گھٹی سسکیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی
سُنیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہر سسکی دعاؤں میں
لپٹی ہوئی اور ہر دعا آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔
سورۂ یٰسین کی تلاوت کے دوران ہی میں
سانس کی حالت اور زیادہ تشویشناک ہو چکی تھی۔
اور تلاوت کے اختتام تک زندگی کی کشمکش
کے آخری چند لمحے آ پہنچے تھے۔ میں نے قرآن کریم
ہاتھ سے رکھ دیا اور دوسرے عزیزوں کی طرح

قرآنی اور دیگر مسنون دعاؤں میں مصروف ہوگیا حضورؓ نے ایک گہری اور لمبی سانس لی جیسے معصوم بچے روتے روتے تھک کر لیا کرتے ہیں اور ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آپ کی آخری سانس ہے۔ اسی وقت مَیں نے ایک ہومیوپیتھک دوا کے چند قطرے پانی میں ملا کر اپنی تشہد کی انگلی سے قطرہ قطرہ حضورؓ کے ہونٹوں میں ٹپکانے شروع کئے اور ساتھ ہی بے اختیار ہونٹوں پر یہ دُعا جاری ہوگئی کہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِیْثُ۔ اس وقت سانس بند تھے اور جسم ٹھنڈا ہو رہا تھا اور بظاہر زندگی کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا لیکن اچانک ہم نے حیّ و قیوم خدا کا ایک عظیم معجزہ دیکھا۔ مجھے حضرت پھوپھی جان کی بے قرار آواز سنائی دی کہ دیکھو ابھی پاؤں میں حرکت ہوئی تھی، اور اِن الفاظ کے ساتھ ہی ہونٹوں میں بھی خفیف سی حرکت ہوئی اور سانس لینے کا سا اشتباہ ہوا۔ معاً شدید کرب اور بے چینی سکینت میں بدل گئے اور ہر طرف سے 'یا حیّ یا قیوم' کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اور جُوں جُوں ہم دعا کرتے رہے حضورؓ کے سانس زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ ڈاکٹر بھی جو جسم کو بظاہر مُردہ چھوڑ کر چلے گئے تھے واپس بُلائے گئے اور بڑی حیرت سے اس معجزانہ تبدیلی کا مشاہدہ کرنے لگے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضورؓ کی زندگی کا بظاہر جسم کو چھوڑ دینے کے بعد معجزانہ طور پر پھر واپس لَوٹ آنا محض ہمارے دلوں کو سکینت عطاء کرنے کی خاطر تھا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک فضل و احسان کا پھاہا تھا جو ہمارے قلوب پر رکھا گیا۔

چنانچہ اس کے تقریباً بیس منٹ کے بعد حضورؓ کو اپنے آسمانی آقا کا آخری بلاوا آگیا۔ اس وقت کا منظر اور کیفیت ناقابلِ بیان ہیں۔ ہم نے آسمان سے صبر اور سکینت کو اپنے قلوب پر نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور یوں محسوس ہوا جیسے ضبط و تحمّل کی باگ ڈور رحمت کے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ آنکھوں سے آنسو ضرور جاری تھے اور دلوں سے دعائیں بھی بدستور اُٹھ رہی تھیں مگر سب دل کامل طور پر راضی برضا اور سب سر اپنے معبود خالق و مالک کے حضور جُھکے ہوئے تھے۔ ہم ٹکٹکی لگا کر اسی طرح خدا جانے کب تک اُس پیارے چہرے کی طرف دیکھتے رہے جسے موت نے اور بھی زیادہ معصوم اور حسین بنا دیا تھا۔ اُس تقدس کے ماحول میں جس کی فضاء ذکرِ الٰہی سے معمور تھی اور جس کی یاد کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی حضورؓ کی نعشِ مبارک نور میں نہائی ہوئی ایک معصوم فرشتے کی طرح پڑی تھی۔ دل بے اختیار ہم سب کے دل و جان سے زیادہ پیارے آقا حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد یہ کہتا تھا یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ✦

امامِ ہمام حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی دُعائیں

مِل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے　　چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خدا کرے

سُن لے ندائے حق کو یہ اُمّت خدا کرے　　پکڑے بزور دامنِ ملّت خدا کرے

پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو　　حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خدا کرے

پایاب ہو تمہارے لئے بحرِ معرفت　　کھُل جائے تم پہ رازِ حقیقت خدا کرے

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ　　ہر مُلک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

قرآن پاک ہاتھ میں ہو دل میں نُور ہو　　مِل جائے مومنوں کی فراست خدا کرے

دجّال کے بچھائے ہوئے جال توڑ دو　　حاصل ہو تم کو ایسی ذہانت خدا کرے

پرواز ہو تمہاری نہ افلاک سے بلند　　پیدا ہو بازوؤں میں وہ قوّت خدا کرے

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب　　بڑھتا رہے وہ نورِ نبوّت خدا کرے

قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں　　ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

تم ہو خدا کے ساتھ، خدا ہو تمہارے ساتھ　　ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ

ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وصال پر

(جناب نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

باطل کے دھندلکوں پہ ہر اک لمحہ مسلّط
وہ جلوۂ صد رشکِ قمر یاد رہے گا

ذرّوں کو کیا انجمِ افلاک سے برتر
کس کو نہ ترا حسنِ نظر یاد رہے گا

تھی تیری مسیحا نفسی دہر میں مشہور
اب تیری دعاؤں کا اثر یاد رہے گا

وہ مجلسِ عرفاں میں تری نکتہ نوازی
ہر بات تھی ناشفتہ گہر یاد رہے گا

بھولے گی نہ خطبوں میں تری سحر نوائی
تقریر کا وہ رنگ دگر یاد رہے گا

شمشیرِ برہنہ تھا قلم کفر کے سر پر
اسلام کے حق میں تھا سپر یاد رہے گا

بیدار کیا خدمتِ اسلام کا جذبہ
کو تو نے غمِ دینِ محمدؐ کی لگا دی

ہر دل کو دیا جرأتِ بیباک کا تحفہ
ہر آنکھ میں امید کی اِک جوت جگا دی

مانندِ براہیمؑ ترے بھی ہیں پرندے
آئے وہ ترے پاس جنہیں تو نے صدا دی

ہر معترضِ آیۂ قرآن خجل تھا
قرآں کی اُسے تو نے جو تفسیر سُنا دی

ہر ملک کو تبلیغ کا میدان بنایا
توحید کی ہر خطّہ میں کی تو نے منادی

ہر بات تری حاملِ افضالِ الٰہی
ہر لحظہ تڑپتی ہوئی رُوحوں کو غذا دی

یُوں تیری جُدائی ہمیں منظور نہیں ہے
جانے نہ تجھے دیں پہ یہ مقدور نہیں ہے

حضرت فضلِ عمرؓ کا حُسنِ سلوک اور ذرہ نوازی

داستانِ زندگی کے منتشر اوراق

(ابو العطاء)

بابرکت ہاتھ

نصف صدی کا طویل عرصہ جو بے انتہا رحمت و شفقت اور اعلاءِ کلمۂ اسلام کے لئے مسلسل جہاد کے واقعات سے بھرپور عرصہ ہے۔ یہ عرصہ مجھے شعور کی حالت میں محبوب آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ میری عمر اس وقت قمری حساب سے ترسٹھ ۶۳ برس ہو چکی ہے۔ شروع ۱۹۰۴ء میں میری ولادت ہوئی تھی۔ میرے والد مرحوم حضرت میاں امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ اس سے پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر چکے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا گزر ضلع ہوشیارپور کے تبلیغی سفر سے اپنے رفقاء سمیت گھوڑوں پر واپس آتے تھے تو کریام سے بنگہ کو جاتے ہوئے ہمارے گاؤں کریہہ ضلع جالندھر سے گزرے تھے اور میں نے تمہیں گود میں اٹھا کر آپؓ سے دعا کے لئے درخواست کی تھی اور آپؓ نے دعا کر کے تمہارے سر پر بابرکت ہاتھ پھیرا تھا۔

مدرسہ احمدیہ میں داخلہ

۱۹۱۷ء میں جب عہدِ خلافتِ ثانیہ میں میرے والد صاحب مرحوم حضرت حاجی غلام احمد صاحب آف کریام کی معیت میں مجھے قادیان بغرضِ تعلیم لائے اور مجھے پہلی مرتبہ شعور کی حالت میں مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے یاد ہے کہ جب حضرت حاجی صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور یہ میاں امام الدین صاحب اپنے بچے کو وقف کرتے ہیں تو حضور رضی اللہ عنہ نے جھٹ فرمایا کہ اسے مدرسہ احمدیہ میں داخل کر دیا جائے۔ مدرسہ احمدیہ کا تعلیمی دور آٹھ سال کا تھا۔ یہ عرصہ بھی بہت سی روحانی یادوں پر مشتمل ہے۔

"مسیحا نفس" بنانے کا عزم

۱۹۲۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مذاہبِ عالم کی کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن تشریف لے گئے تھے۔ انہی دنوں ہمارے مولوی فاضل کے امتحان کا نتیجہ شائع ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ میں اس امتحان میں یونیورسٹی میں اوّل رہا تھا۔ اوّل آنے والے کو انگریزی تعلیم اور ریسرچ کے لئے یونیورسٹی کی طرف سے تیس روپے ماہوار وظیفہ ملا کرتا

تھا مگر اسے لاہور میں رہنا پڑتا تھا۔ میں نے حضور رضی اللہ عنہ کو سندی خط لکھا اور اس بارے میں رہنمائی چاہی۔ ان دنوں حضور رض کی ڈاک کے انچارج حضرت حافظ روشن علی صاحب رض تھے مجھے حضرت حافظ صاحب رض کی طرف سے خط ملا کہ حضور نے جواباً فرمایا ہے کہ "جسے ہم مسیحا نفس بنانا چاہتے ہیں اُسے تیس روپے میں گرفتار کرانا نہیں چاہتے"! پھر حضور کی واپسی پر خاکسار حضور کے ارشاد سے مبلغین کلاس میں استاذنا المحترم حضرت حافظ روشن علی صاحب رض کے پاس مزید تعلیم کے لئے داخل ہوگیا۔ یہ دو اڑھائی سال کا عرصہ بھی بہت پُرکیف تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی روحانی مجالس میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوتی تھی اور حضرت حافظ صاحب ایسے مشفق استاد میسر تھے۔

خاکسار کی مضمون نویسی کا آغاز مدرسہ احمدیہ کی تیسری جماعت سے ہوگیا تھا۔ تقریریں اور مناظرے بھی مدرسہ احمدیہ کی زندگی میں ہی شروع تھے۔ مبلغین کلاس میں تو پورا موقعہ میسر تھا۔ مئی ۱۹۲۷ء سے باقاعدہ اور ہمہ وقت تبلیغ ہی اوڑھنا بچھونا تھا۔ سفر پر جاتے وقت خلیفۂ وقت کی اجازت اور حضور کی ہدایات لیکر جاتے اور واپسی پر تمام کوائف عرض کرکے رہنمائی حاصل کرتے۔ عجیب سماں تھا اور نہایت پُرلطف ایام تھے۔ جو شفقت اور محبت ہمارے امام ہمام رضی اللہ عنہ کو خدامِ دین سے تھی اس کا غیر معمولی رنگ ہمارے تجربہ میں آیا۔ یہ کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ اس کی یاد آج بھی زخم ہائے دل کو ہرا کر رہی ہے۔ پچاس سال کا یہ عرصہ کتنا مبارک اور کس قدر سعادتوں سے بھرپور زمانہ تھا۔ بعد میں آنے والوں کو اس کی ایک جھلک دکھانے کے لئے چند واقعات اور پیارے امام رضی اللہ عنہ وارضاہ کی چند پیاری یادیں درج کرتا ہوں۔

سفر مانگرول اور حضور رض کے خطوط

مارچ ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ حیدر آباد دکن میں آریوں سے مناظرہ مقرر ہوا۔ جب میں حضور رض سے اجازت لینے اور درخواستِ دعا کرنے کے لئے حاضر ہوا تو فرمایا کہ والئ مانگرول سے ہماری رشتہ داری بھی ہے اور وہ گزشتہ دنوں بیمار رہے ہیں آپ واپسی پر براستہ بمبئی مانگرول سے ہوتے آئیں میرا سلام بھی پہنچا دیں اور ان کی خیریت بھی پوچھ آئیں۔ حیدر آباد پہنچنے پر مجھے حضور رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل گرامی نامہ موصول ہوا:۔

(اگلے صفحہ پر اس خط کا عکس ملاحظہ فرمائیے!)

عکس خط حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عزیزم مولوی اللہ دتا صاحب

السلام علیکم۔ نواب صاحب نے آپ کو خط لکھا ہے۔ لیکن اگر آپ

یہ بیماری تو کیا ہے شاید کا تعلق آپ کو بعد ازاں ہو

چیف حیدر آباد میں سیٹھ عبداللہ کا ساتھ ہے کی طرح کا ہے

خیال ہے کہ یہ بہت مخلص ہیں لیکن دنیا کی طرف زیادہ رجحان ہے اس

اسلام کے نقطہ نگاہ سے ہمارے آدمی ملے رہیں تو اچھا ہے تا اللہ

تعالیٰ ان کو اخلاص سلسلہ اور سلسلہ کی خدمت میں ترقی دے

نواب صاحب ان سے اس [illegible] وقت تک کام کر لیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] والسلام خاکسار

[illegible]

[illegible]

"عزیز مکرم مولوی اللہ دتا صاحب

السلام علیکم۔ نواب صاحب کو آج خط لکھ دیا ہے لیکچر کرانے کے لئے بھی اشارۃً لکھ دیا ہے۔ ایک نقل آپ کو بھجوا رہا ہوں۔

قیام حیدرآباد میں سیٹھ احمد بھائی صاحب کی طرف خاص خیال رکھیں۔ بہت مخلص ہیں لیکن دنیا کی طرف زیادہ رجحان ہے اور اس وجہ سے نقطۂ نگاہ اور ہے۔ ہمارے آدمی ملتے رہیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص سلسلہ اور محبتِ خلافت میں ترقی دے۔

نواب صاحب اگر امراء کے طریق پر چلتے وقت کوئی رقم کرایہ وغیرہ کے نام سے دیں تو اُن کے سیکرٹری کی معرفت ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھ دیں کہ میں تو اپنے امام کی طرف سے سلام پہنچانے اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا تھا مگر چونکہ ہدیہ واپس کرنا بھی درست نہیں۔ میں خدمتِ اسلام کے لئے یہ رقم جمع کرا دوں گا تاکہ نواب صاحب کی خوشی بھی پوری ہو جائے اور ان کے لئے موجبِ ثواب بھی ہو۔

یہ میں نے احتیاطاً لکھ دیا ہے کیونکہ عام طور پر امراء کے ذہن میں علماء کے سوالی ہونے کا خیال جما ہوا ہے۔ پس بحیلۂ لطیف احمدی جماعت کے علماء کے متعلق ایسا خیال ان کے دل سے نکالنا ضروری ہے گو ممکن ہے یہ موقع ہی پیش نہ آئے۔ والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد

راستہ میں اگر بمبئی میں سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب سے بھی ملتے آئیں تو اچھا ہو وہ آپ کے مضمونوں سے خاص طور پر ناراض ہیں۔ آپ کو غالی سمجھتے ہیں مگر ہیں بڑے مخلص اور مجھے ان سے شدید محبت ہے شاید اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے۔

مرزا محمود احمد"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا خط میں جناب نواب صاحب کے نام والے خط کی جس نقل کا ذکر ہے جو مجھے بھجوائی گئی تھی وہ حسب ذیل تھی:-

نقل خط بنام نواب صاحب منگرول

مکرمی و معظمی جناب نواب صاحب منگرول کان اللہ معکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! عزیزم مولوی اللہ دتا صاحب ہمارے نوجوان صاحبِ علم و

عرفان علماء میں سے ہیں۔ ریاست حیدرآباد بعض دینی اجتماعوں کے لئے جا رہے ہیں۔ جناب کے محبانہ تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے انہیں ہدایت کی تھی۔ کہ واپسی پر میری طرف سے خیریت طلبی اور مزاج پرسی کرتے آئیں۔ بعد میں خیال آیا کہ شاید ان دنوں آپ ریاست میں تشریف نہ رکھتے ہوں یا ان کا آنا کسی اور سبب سے قرین مصلحت نہ ہو۔ اسلئے یہ چند حروف تحریر ہیں۔ کہ اگر ایسا ہو تو آپ اپنے کسی سیکرٹری کو ہدایت فرمائیں کہ وہ مولوی صاحب موصوف کو معرفت سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب الہ دین بلڈنگس سکندرآباد دکن اطلاع کر دیں۔ کہ اسوقت ان کا آنا قرین مصلحت نہ ہوگا۔ اگر بالعکس ان کے آنے میں کوئی روک نہ ہو تو اس لحاظ سے کہ یہ نوجوان علوم اسلامیہ میں حصہ وافر رکھتے ہیں۔ اگر ان سے وعظ و نصیحت کی کوئی خدمت جناب کی ریاست میں ہو جائے تو ان کا قلیل قیام ان کے لئے موجب حصول ثواب بھی ہو جائے گا۔ ورنہ اصل غرض تو میری جانب سے السلام علیکم پہنچانا اور مزاج پرسی کا ہے۔ غالباً عزیز مذکور خود بھی خط لکھیں گے۔ والسلام

مرزا محمود احمد"

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضورؓ کی دعاؤں کی برکت سے یہ سفر بہت کامیاب رہا۔ میں نے حضور کی سب ہدایات کی حرف بحرف تعمیل کی تھی۔ آپ ذرا ان خطوط میں اس محبت اور پیار کے انداز کو تو دیکھیں جو ہمارے امام رضی اللہ عنہ کو اپنے خدام سے تھا۔ اپنی جماعت کے افراد سے تھا۔ ان دنوں حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحبؓ غیر مبایعین میں شامل تھے۔ حضور رضی اللہ عنہ کی توجہات کا نتیجہ تھا کہ آپ نے بیعت کر کے سلسلہ کی عظیم خدمات کی توفیق پائی۔

میری شادی کے لئے تحریک

آئیے اب آپ ہمارے امام ہمام رضی اللہ عنہ کی اس شفقت و الفت کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو حضورؓ نے اس ناچیز خادم کے ساتھ محض ایک نجی معاملہ میں فرمائی۔

میری پہلی مرحومہ بیوی کی وفات کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے از خود اپنے ہاتھ سے میری موجودہ بیوی کے والد مرحوم حضرت مولوی محمد عبد اللہ صاحب بوتالوی رضی اللہ عنہ کو (جو ان دنوں سرگودھا میں محکمہ نہر میں ملازم تھے) مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:۔

(عکس خط اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

قادیان
۱۷ جون سنہ ۴۳ء

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی لڑکی کا ایک
رشتہ ہے اللہ دتا یا محمد دتا صاحب کو کہیں اس وقت
رشتہ کی ضرورت ہے آپ کو مولوی صاحب کا لڑکا معلوم ہے
انکی نیکی معلوم ہی ہے وہ بہت ہونہار نوجوان اور
اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کر رہا ہے میں اگر آپ
پسند فرمائیں تو میں انہیں اس رشتہ کی تحریک کر دوں
امید ہے کہ آپ بہت جلد اس امر کے متعلق مجھے اطلاع
دیکر ممنون فرمائیں گی۔ والسلام خاکسار
مرزا محمود احمد

قادیان

۱۷؍جون ۴۳ء

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے ہاں ایک رشتہ ہے اور مولوی اللہ دتا صاحب کو بھی اس وقت رشتہ کی ضرورت ہے آپ کو مولوی صاحب کا اخلاص اور ان کی نیکی معلوم ہی ہے وہ بہت ہونہار نوجوان اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کرنے والے ہیں اگر آپ پسند فرمائیں تو میں انہیں اس رشتہ کی تحریک کردوں امید ہے کہ آپ بہت جلد اس امر کے متعلق مجھے اطلاع دیکر ممنون فرمائینگے۔ والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد"

اللہ! اللہ! کتنی محبت اور ہمدردی ہے اور کس طرح اپنے ادنیٰ ترین خادموں کی حوصلہ افزائی اور دلداری کی جاتی ہے حضورؓ کی آخری بیماری میں جب خاکسار زیارت کے لئے جاتا اور برادرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری پاس ہوتے تو حضور تبسم فرماتے ہوئے ازراہِ مزاح ضرور پوچھتے کہ مولوی صاحب! انور صاحب سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟ میں بھی عرض کرتا کہ یہ سب رشتہ داری حضور نے ہی بنائی ہے اور حضور خوب جانتے ہیں۔

سندِ نیابت سے سرفرازی

جون ۱۹۳۱ء کی بات ہے کہ بٹالہ میں انجمن شباب المسلمین نے بڑے وسیع پیمانہ پر جلسہ کا اہتمام کیا اور ایک بڑا پوسٹر شائع کیا جس میں مناظرہ کا چیلنج بھی دیا مگر یہ ہوشیاری کی کہ مناظرہ یا خود حضرت امام جماعت احمدیہ کریں گے یا وہ شخص کرے گا جسے آپ کی طرف سے نیابت کی سند حاصل ہوگی۔ ہم لوگ خوب جانتے تھے کہ یہ محض شرارت ہے۔ ہماری جماعت بٹالہ کی طرف سے منظوریٔ چیلنج کا اشتہار شائع ہوگیا اور شرائط طے کرنے کے لئے دعوت دی گئی۔ جب جلسہ کے دن آگئے اور ہماری طرف سے بھی احباب بٹالہ پہنچ گئے جمعہ کا دن تھا میں نماز جمعہ سے فارغ ہوکر مسجد اقصیٰ میں ہی حضور رضی اللہ عنہ سے ملا اور بٹالہ جانے کی اجازت طلب کی۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے بعض علماء پہلے بھی پہنچ چکے تھے۔ حضورؓ خاکسار سے باتیں کرتے کرتے مسجد مبارک تک پہنچ گئے۔ اسی وقت اچانک فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ میں آپ کو سند لکھ دوں۔ میں حضورؓ کے ساتھ مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے اوپر چڑھ گیا۔ جناب شیخ یوسف علی صاحب بی۔اے مرحوم اُن دنوں پرائیویٹ سیکرٹری تھے وہ بھی ہمراہ تھے۔ حضورؓ نے قلم اور کاغذ منگوایا اور مسجد مبارک کے اوّلین حصہ میں کھڑکی کے پاس بیٹھ کر دعا کرتے ہوئے سند تحریر فرمائی اور مجھے فرمایا کہ پڑھ لو ٹھیک ہے؟ میں غرقِ حیرت تھا اور اس ذمہ داری کے پیشِ نظر

گھبرایا ہوا تھا۔ عرض کیا حضور ٹھیک ہے۔ سند کے الفاظ حسب ذیل تھے :-

"مَیں مولوی اللہ دتا صاحب کو اس صورت میں اپنا نمائندہ مقرر کرتا ہوں کہ اگر بٹالہ یا اور کسی مقام پر انجمن شباب المسلمین یا اور کسی انجمن کی طرف سے کوئی عالم جیسے آل انڈیا انجمن اہلحدیث یا جمعیۃ العلماء ہند دہلی یا مدرسہ دیوبند کی طرف سے سندِ وکالت و نیابت حاصل ہو تو وہ اس کے ساتھ میری طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے مباحثہ کریں اور ان کا ساختہ پرداختہ کلّی طور پر میری طرف سے سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر فریق مخالف ایسی کوئی سند پیش کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس صورت میں ان کا مباحثہ صرف قادیان یا بٹالہ کی انجمن احمدیہ کی طرف سے سمجھا جائیگا نہ کہ جماعت احمدیہ کی مجموعی تعداد کی طرف سے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی"

(الفضل ۲۷ر جون ۱۹۳۱ء)

مَیں جب گاڑی سے بٹالہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ صاحب کی کوٹھی پر فریقین کے علماء جمع ہیں۔ مَیں وہاں پہنچا تو مجسٹریٹ صاحب کہہ رہے تھے کہ اشتہار کے رُو سے احرار نے مناظرہ کی دعوت امام جماعت احمدیہ یا ان کے نمائندہ کو دی ہے۔ اگر کسی کے پاس سندِ نیابت ہے تو پیش کریں۔ خاکسار نے پہنچتے ہی حضورؓ کی عطا فرمودہ سند پیش کر دی۔ اسے دیکھ کر احراری مولوی کہنے لگے کہ ہم گھر پر جاکر مشورہ کرکے جواب دیں گے مگر پھر وہ آخری وقت تک عاجز و لاجواب ہی رہے۔ درحقیقت یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی روحانی توجہ کا اثر تھا۔

مصلح موعود ہونے پر یقین

۱۹۳۷ء کی بات ہے راولپنڈی میں غیر مبایعین سے تحریری مناظرات مقرر ہوئے۔ ایک موضوع "مصلح موعود" بھی مقرر تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جماعت احمدیہ شروع سے مصلح موعود مانتی رہی ہے۔ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی تصریح فرمائی تھی کہ وہ بھی سیدنا محمودؓ کو ہی مصلح موعود سمجھتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کبھی دعویٰ نہ فرمایا کہ مَیں مصلح موعود ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؓ کے نزدیک اس کے لئے دعویٰ کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز یہ کہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہامی طور پر مصلح موعود قرار نہیں دیا تھا۔ جب ہم راولپنڈی مناظرہ کے لئے روانہ ہونے والے تھے تو استاذی المحترم حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے جو ہمراہ

جا رہے تھے فرمایا کہ غیر مبایعین نے اگر یہ کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تو دعویٰ نہیں کرتے اور آپ لوگ اپنی طرف سے انہیں مصلح موعود کہے جا رہے ہیں تو کیا جواب ہوگا ؟ میں نے یہی سوال حضور رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر حضورؓ نے مجھے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی :-

مکرمی مولوی ابو العطاء صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اول۔ میرے نزدیک مصلح موعود بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نے ہونا ہے نہ کہ آئندہ زمانہ میں آنے والا کوئی اور فرد۔

دوم میرے نزدیک جس حد تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اسکی نوے فی صدی باتیں میرے ذریعہ خدا تعالیٰ

مکرمی [illegible] صاحب

السلام علیکم ۔ [illegible] میں آپ کی پیشگوئی مصلح موعود [illegible]

[illegible] نہیں ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کا جو حصہ ہے

وہ پورا ہو چکا خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے پوری کر دیا ہے

لیکن میں اس کو تعجب کی بات نہیں دیکھتا اگر میرے بعد پیدا ہونے

سے کسی دوسرے کے ذریعہ سے بھی اس کا کوئی حصہ پورا ہو اور اس سے پہلے مصلح

کا [illegible] کر دے ۔ والسلام

مرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی
18/6/37

"مکرمی مولوی ابوالعطاء صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اوّل میرے نزدیک مصلح موعود بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودہ اولاد میں سے ایک لڑکا ہے نہ کہ آئندہ زمانہ میں آنے والا کوئی فرد۔

دوم میرے نزدیک جس حد تک مَیں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اس کی نوّے فی صدی باتیں میرے زمانۂ خلافت کے کاموں سے مطابق ہیں۔

سوم۔ چونکہ مَیں اس پیشگوئی کے موعود کے لئے دعویٰ کو شرط قرار نہیں دیتا اسلئے میرے نزدیک میرے لئے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں مَیں سمجھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی جو غرض ہے وہ بڑی حد تک خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے پوری کر دی ہے لیکن مَیں اس میں تعجب کی بات نہیں دیکھتا اگر میرے بھائیوں میں سے کسی دوسرے کے ذریعہ سے بھی اس قسم کے کام یا ان سے بڑھ کر کام خدا تعالیٰ کروائے۔ خاکسار

مرزا محمود احمد

۲۷/۶/۱۸ خلیفۃ المسیح الثانی"

حضور رضی اللہ عنہ کی اس تحریر سے نمایاں طور پر اعلیٰ ترین مومنانہ روش کا اظہار ہوتا ہے۔ آخری فقرہ خاکساری اور احتیاط کا مرقع ہے۔ مناظرہ راولپنڈی میں اس تحریر کا اجمالی ذکر آیا ہے کیونکہ غیر مبایعین نے اس مطالبہ سے پہلے تھی کئے رکھی۔ الفضل میں شائع ہوگئی تھی۔

مصلح موعود ہونے کا اعلان

جب ۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ نے حضور رضی اللہ عنہ کو کشف کے ذریعہ صاف طور پر بتا دیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں تو آپؓ نے برملا اور حلفیہ طور پر اس کا اعلان فرما دیا۔ اس سلسلہ میں دو اقتباس درج ذیل ہیں۔ فرمایا:۔

(۱) "مَیں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر یہ خبر دی کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا پر قائم ہوگی۔" (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء)

(۲) "اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اسی کے انکشاف کے ماتحت مَیں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریمؐ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا اور اس کا وجود خدا کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا وہ مَیں ہی ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء)

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرتِ محمودؓ

۱۹۲۷ء میں آریوں کی طرف سے ورتمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہایت گندہ مضمون شائع ہوا۔ حضور رضی اللہ عنہ حسب دستور مسجد اقصیٰ میں بعد نماز عصر درس القرآن کے لئے تشریف لائے مگر آپ کی طبیعت ورتمان کے مضمون کی وجہ سے سخت مضمحل تھی۔ آپؓ نے آریوں کے اس ظلم کے خلاف تقریر فرمائی سب سامعین کے دل خون کے آنسو روتے تھے۔ جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مرحوم اور خاکسار نے سیالکوٹ کے جلسہ کے لئے جانا تھا۔ دوسرے دن جب مَیں نے مسجد مبارک میں جانے کی اجازت طلب کی تو حضورؓ کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ مجھے فرمایا "وہاں آگ لگا دیں"۔ سیالکوٹ میں جلسہ قلعہ کے اوپر مقرر تھا۔ بڑا مجمع تھا۔ جب میری تقریر کا وقت آیا تو مَیں نے صدر جلسہ محترم جناب میر عبدالسلام صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ سے عرض کیا کہ شاید گورنمنٹ میری تقریر پر کوئی ایکشن لے لے اسلئے بہتر ہوگا کہ کوئی صدر نہ ہو تا کسی اور پر ذمہ واری نہ آسکے۔ مجھے جناب میر صاحب مرحوم کے الفاظ اور اُن کی بے ساختگی کبھی نہیں بھول سکتی فرمایا مولوی صاحب! آپ جو چاہیں کہیں، آپ پر اگر گرفت ہو تو کیا ہم باہر رہنا پسند کریں گے۔ مَیں نے تقریر کی۔ ورتمان کے مضمون کے تذکرہ پر فی الواقع تمام حاضرین آگ بگولہ ہوگئے اور سارے شہر میں مسلمانوں میں دینی حرکت پیدا ہوگئی۔ ابھی گزشتہ دنوں بھارت کے وحشیانہ حملہ کے اثرات دیکھنے کے سلسلہ میں جب ہم سیالکوٹ میں اس مقام پر پہنچے تو بعض پرانے احباب نے ۱۹۲۷ء کی اس تقریر کا ذکر بھی کیا۔ مَیں خوب جانتا تھا اور جانتا ہوں کہ یہ سب سیدنا محمود رضی عنہ الودود کی مبارک روح کام کر رہی تھی۔ حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کو ہرگز ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اسی کے سدِّباب کے لئے حضورؓ نے "پیشوایانِ مذاہب" اور "سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے جلسوں کی بنیاد رکھی۔ اور گورنمنٹ کو مجبور کیا کہ بانیانِ مذاہب کی عزت کی حفاظت کے لئے قانون بنائے۔ ہمارے آقا حضرت محمودؓ کی ساری زندگی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے قیام

کے لئے وقف تھی۔ اسی سلسلہ میں آپؓ نے مسلمانوں کو تجارت کی طرف خاص توجہ کرنے اور چھوت چھات کرنیوالے ہندوؤں سے جوابی سلوک کرنے کی بھی کامیاب تحریک جاری فرمائی تھی۔

اکابر غیر مبایعین کے متعلق بے لوث جذبات

غالباً ۱۹۲۹ء کی بات ہے کہ موسم گرما میں حضورؓ مع اہل وعیال سرینگر میں قیام پذیر تھے۔ مَیں ایک مباحثہ کے لئے کوہ مری گیا تھا۔ وہاں ہی مجھے حضورؓ کی طرف تار موصول ہُوا کہ غیر مبایعین سے مناظرہ کے لئے سرینگر پہنچیں۔ شدید بارشوں کا موسم تھا۔ مَیں جب پہنچا تو حضورؓ کے قافلہ کے ہمراہ حضورؓ کے ہاؤس بوٹ میں ہی ٹھہرا۔ مباحثہ ہُوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہُوا۔ حضور نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے اور خوب گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ ایک دن مجھے فرمایا کہ خواجہ کمال الدین صاحب بیمار ہیں اور سرینگر میں ہیں آپ نے ان کی عیادت کی ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ ضرور جائیں اِن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قابلِ قدر خدمت کی ہے۔ چنانچہ مَیں دو مرتبہ خواجہ صاحب مرحوم کی عیادت کے لئے گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے جذبات کتنے پاکیزہ اور بے لوث تھے۔

ایک خادمِ دین کے جذبات کا خیال

سرینگر کے قیام کے عرصہ میں مجھے قادیان سے اطلاع ملی کہ میری چھوٹی معصوم بچی وفات پاگئی ہے۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں لکھ دیا۔ حضور رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز کے بعد بچی کا جنازہ غائب پڑھایا اور خطبہ کے آخر میں فرمایا کہ میرا دستور نہیں کہ چھوٹے بچوں کا جنازہ غائب پڑھاؤں اور یُوں اُن کے جنازہ غائب کی ضرورت بھی نہیں ہوتی مگر مولوی ابوالعطاء صاحب چونکہ جہاد کی حالت میں ہیں اور اُن کی غیر حاضری میں بچی فوت ہوئی ہے اس لئے مَیں استثنائی طور پر بچی کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ اِس واقعہ اور اِن الفاظ میں شفقت اور دلداری کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپ کو اپنے خدام کے جذبات کا بے انتہا خیال ہوتا تھا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ رَفَعَ دَرَجَاتِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔

مبلّغین کی صحت کا اہتمام

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ شملہ میں تھے وہاں جماعت نے سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ مَیں اُن دنوں لاہور میں بطور مبلغ مقرر تھا۔ مَیں مونگ ضلع گجرات کے مناظرہ سے فارغ ہو کر لاہور پہنچا ہی تھا کہ حضورؓ کی طرف سے تار موصول ہُوا کہ فوراً شملہ پہنچیں۔ مَیں اُسی وقت روانہ ہوگیا۔ جلسہ میں تقریر کی اور مجھے رات کو شدید بخار ہوگیا حضورؓ جس کوٹھی میں قیام فرما تھے اُسی کے ایک حصہ میں ارکان قافلہ کے ساتھ میرا بھی قیام تھا۔ حضورؓ نے محترم جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو میرا طبی معائنہ کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے

اطلاعیں ملتی رہتی ہیں کہ آپ کو کبھی کبھی بخار ہو جاتا ہے۔ اب آپ پہاڑ پر آئے ہوئے ہیں دو تین ماہ یہاں رہ کر آرام کر لیں اور علاج بھی کریں۔ ابھی اس سلسلہ میں تجاویز ہی ہو رہی تھیں کہ حضور رضی اللہ عنہ کے پاس چک ۲۳ ضلع سرگودھا کے مناظرہ کے بارے میں تار آیا اور میرے بھجوانے کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ حضورؓ نے با دلِ ناخواستہ فرمایا کہ اچھا اب وہاں جانا تو ضروری ہے مگر آپ اپنا علاج کرتے رہیں۔

اس کے بعد بھی حضورؓ ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور بعض دفعہ خود دریافت فرماتے اور بعض دفعہ خود دوائیں بھی تجویز فرما دیتے تھے۔

رضا بالقضاء کی مجسم مثال

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے کریمانہ اخلاق اور آپ کے احسانات پر کتابیں لکھی جائیں گی کیونکہ آپ کے حسن سلوک کے بے شمار واقعات ہیں، ایک مقالہ ان کا کہاں متحمل ہو سکتا ہے اسلئے میں اب حضورؓ کی ایک تحریر کے عکس پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ قادیان میں رسالہ فرقان جاری تھا۔ پندرہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۲ء کو میں نے حضورؓ سے عرض کیا کہ حضور رسالہ کے لئے کوئی تازہ نظم عنایت فرماویں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؓ گھر سے واپس تشریف لائے اور ایک قطعہ عنایت فرمایا جو پہلی مرتبہ فرقان بابت اپریل ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا ہے۔ حسن اتفاق سے حضورؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اصل قطعہ کاغذات سے مل گیا ہے جس کا عکس درج ذیل ہے:۔

میرے فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو — راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو
[illegible] تو اس کی پروا نہیں ہے کچھ بھی — [illegible] حاصل [illegible]
سینہ میں جوش غیرت اور آنکھ میں حیا ہو — لب پر ہو ذکر تیرا دل میں تری وفا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے — حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰ ہو
محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی — ہو روح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو

سبحان اللہ! کتنی پاکیزہ روح تھی اور کتنے مقدس جذبات تھے۔ اور اپنے خدام کی کس قدر حوصلہ افزائی تھی۔ یہ قطعہ بتا رہا ہے کہ آپ رضا بالقضاء کی مجسم مثال تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمود رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ علیین میں بلند ترین مقامات عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنے فضلوں سے نوازتا رہے اور ہم سب کو آپؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

دورِ حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ

(جناب الحاج چودھری شبیر احمد صاحب بی اے وکیل المال تحریک جدید)

عظیم شان کا حامل تھا دورِ فضلِ عمر
نزولِ رحمتِ یزداں تھا ہم پہ شام و سحر

وہ کارواں کہیں رُکتا تو کس طرح رُکتا
امیر جس کا رہا خود کلیدِ فتح و ظفر

تمام عمر گزاری جہادِ اکبر میں
رہا وہ کفر کے لشکر کے آگے سینہ سپر

ہزار بار اُٹھے تیز و تند طوفان بھی
ڈرا سکے نہ ہمارے وہ ناخدا کو مگر

ضیاءِ نورِ محمدؐ سے جگمگا اٹھی
وہ سرزمین کہ جہاں ڈالی اس نے ایک نظر

خدا کے گھر کی بِنا اس نے ہر جگہ رکھدی ہے
اَحد اَحد کی صدا دی بتانِ غرب کے گھر

خدا کی شان کہ تاریک برّ اعظم بھی
نگاہِ فضلِ عمر سے ہے آج رشکِ قمر

چمن کے حسن میں ہوتا ہے باغباں کا لہو
سبق یہ دے گئے ہم کو جنابِ فضلِ عمر

مبادا غم تجھے شبیرؔ بے عمل کردے
کمر بخدمتِ قرآں ببند بارِ دگر

ذکرِ المصلح الموعود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ

(محترم جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

وہ جو تھا روح الامیں کا ہمزباں جاتا رہا — آہ بزمِ قدسیاں کا رازداں جاتا رہا

اُٹھ گیا بزمِ جہاں سے حامیٔ دینِ متیں — اُمتِ خیرِ رسلؐ کا پاسباں جاتا رہا

طائرِ بامِ حرم عرصہ ہوا خاموش تھا — پھر اسے دیکر زبانِ نغمہ خواں جاتا رہا

کر دیا جس نے کلیساؤں کو توحید آشنا — آہ وہ شیریں سخن شیریں زباں جاتا رہا

دیر کو وحدت کے نغموں سے شناسا کر دیا — بتکدوں کو دیکے گلبانگِ اذاں جاتا رہا

رونقِ بستانِ احمدؑ چھین لی ہے موت نے — باغِ ہادی بیگ کا سروِ رواں جاتا رہا

لُٹ گئی ابنائے فارس کی متاعِ بے بہا — گوہرِ یکتائے گنجِ شائیگاں جاتا رہا

جو حصارِ عافیت تھا دردمندوں کیلئے — مرجعِ عالم تھا جس کا آستاں جاتا رہا

منتظر رہتی تھی جس کی دید کی ہر ایک آنکھ — آہ وہ محبوبِ ہر پیر و جواں جاتا رہا

وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر تھا جو — علم و عرفاں کا وہ بحرِ بیکراں جاتا رہا

مدتوں اپنے لہو سے جس نے سینچا تھا اسے — گلشنِ اسلام کا وہ باغباں جاتا رہا

کھول کر عقدے دکھائے جس نے سب تفسیر کے — آہ وہ قرآن خواں قرآن داں جاتا رہا

جس نے کر دیں زندگی کی راحتیں دیں پر نثار — ہو کے آخر کامگار و کامراں جاتا رہا

مہدیٔ موعودؑ کا لختِ جگر فضلِ عمر — اور نورِ دیدۂ نصرت جہاںؓ جاتا رہا

آج سونی ہو گئی ہے محفلِ صدق و صفا — تھا جو بزمِ زہد کی روحِ رواں جاتا رہا

کون اب منزل کی جانب لیکے نکلیگا ہمیں — چھوڑ کر حیرت میں میرِ کارواں جاتا رہا

مصدرِ انوارِ حق جس کا ضمیرِ پاک تھا — منبعِ عرفاں تھا جس کا دل کہاں جاتا رہا

مدتوں زینت رہا جو مجلسِ عرفان کی — رونقِ ربوہ نگارِ قادیاں جاتا رہا

لُوٹ لی ہے موت نے اپنی متاعِ زندگی — دل سے اب اندیشۂ سُود و زیاں جاتا رہا

موت ہر انساں پہ آتی ہے مگر افسوس ہے — لیکے دل میں حسرتِ دارالاماں جاتا رہا

درد کی چارہ گری کی التجا کس سے کریں — آہ جب چارہ گرِ دردِ نہاں جاتا رہا

زخمِ کاری اک جدائی کا دلوں کو بخش کر — چھوڑ کر احباب کو محوِ فغاں جاتا رہا

رُوحِ حق کی برکتوں سے دیکے بیتوں کو شفا — وہ مسیحی نفس یا بِردلستاں جاتا رہا

کفر کے ظلمت کدوں کو جس نے بخشی روشنی — وہ مہِ رخشاں لُٹا کر کہکشاں جاتا رہا

آسمانی نقطۂ نفسی کی جانب اُڑ گیا — طائرِ سدرہ نشیں سوئے جناں جاتا رہا

رستگاری کا تھا باعث جو اسیروں کے لئے — بےکسوں کا دستگیر و پاسباں جاتا رہا

پاک لڑکا نام تھا جس کا عمنوائیل بھی — مہدیٔ موعود کا وہ میہماں جاتا رہا

وہ مظفر جس پہ خود اللہ نے بھیجا سلام — قدرت و رحمت کا، قربت کا نشاں جاتا رہا

پھونک کر سینوں میں اک نشو و نما کی تازگی — دے کے ہر دل کو امیدِ نوجواں جاتا رہا

کون کر سکتا ہے اندازہ ہمارے کرب کا — جن کی بزمِ زیست کا رُوحِ رواں جاتا رہا

کی عطا جس نے جوانی از سرِ نو دین کو — جس نے بخشی ناتوانوں کو تواں جاتا رہا

جس کو اپنی روح سے حق نے مشرف تھا کیا — آسماں سے آکے سُوئے آسماں جاتا رہا

پاکے شہرت وہ کناروں تک زمیں کے چلدیا — مظہرِ حق و علا کا رازداں جاتا رہا

کتنا سادہ ہے بشر کتنا غلط امید ہے — جسکے جانے کا نہ تھا وہم و گماں جاتا رہا

درد کی چارہ گری شیوہ تھا جس ہمدرد کا — دوستوں کو دیکے دردِ جاوداں جاتا رہا

اے ہماری روح کی تسکیں کہاں پنہاں ہے تو — اے ہمارے دل کی ٹھنڈک تو کہاں جاتا رہا

کیا محبت کا صلہ اسکے سوا کچھ بھی نہیں — دے کے ہم کو داغِ دل اشک فشاں جاتا رہا
دیکھ کر جس کو مصیبت میں تڑپ جاتا تھا تو — غم سے اب کیوں اُنکو کر کے نیم جاں جاتا رہا
تو ہنساتا تھا جنہیں وہ آج روتے ہیں تجھے — رُوٹھ کر کیوں ہم سے اے جانِ جہاں جاتا رہا
آج اپنے دردِ پنہاں کا گلہ کس سے کریں — آپ ہی جب سننے والا مہرباں جاتا رہا

اے ستم گر موت تجھ کو موت آجاتی کہیں
آہ تو اللہ کے پیاروں سے بھی ٹلتی نہیں

جس سے کر سکتے تھے شکوہ ہم ستمگر موت کا — چل گیا ہے آہ اب اس پر بھی چکر موت کا
کیا ستم ہے موت کے خالق کے جو محبوب ہیں — ان کے سینے میں بھی گھس جاتا ہے خنجر موت کا
اس کی چیرہ دستیوں کا کوئی شنوا ہی نہیں — کیا حق و انصاف سے بالا ہے لشکر موت کا
ہو کے رہ جاتا ہے آخر بے بسی میں سرنگوں — سایہ گستر جس پہ ہو جاتا ہے شہپر موت کا
ہے حقیقت میں ہر انساں دست آموزِ فنا — زندگی پاتا ہے دروازہ گزر کر موت کا
سر جھکاتا ہے اجل کے سامنے ہر ناتواں — ہو کے رہتا ہے شکار آخر تونگر موت کا
موت کے خطرے سے بے پرواہ ہیں مردانِ خدا — آپ وہ کرتے ہیں استقبال بڑھ کر موت کا
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا سے جو ہیں آشنا — غالب آسکتا نہیں صیاد اُن پر موت کا
بے ثباتی اپنی کھل جاتی ہے ہر انسان پر — جب رگِ جاں میں اتر جاتا ہے نشتر موت کا
راکھ ہو جاتی ہے جل کر کائناتِ آرزو — جب درونِ دل چمک اٹھتا ہے اخگر موت کا
فائدہ کچھ بھی نہیں ہے نالہ و فریاد سے — جب مداوا ہی نہیں اے دیدۂ تر موت کا

موت پر اپنے عزیزوں کی عبث روتے ہیں ہم
کتنے ناداں ہیں جو خونابہ فشاں ہوتے ہیں ہم

جُرعے

(محترم جناب ثاقب زیروی)

باسمہٖ سبحانہٗ!

حضرتِ مولینائے محترم و مکرم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اوائل نومبر کے سانحۂ جانگزا کی طرف کوئی اشارہ کئے بغیر کہ خوب سمجھتا ہوں آپ کے قلب و روح ہرگز مجھ سے کم مجروح و فگار نہیں ہیں اور میرا سوگوار قلم ان زخموں پر کوئی پھاہا نہ رکھ سکیگا اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ان زخموں کو مندمل کرے کہ وہ اس پر قادر بھی ہے کریم بھی ——— آج آپ کے شمارۂ دسمبر ۶۵ء کے لئے اپنے چند "جرعے" جو ۸ اور ۹ نومبر کو ربوہ کی سڑکوں پر ادھر سے اُدھر پھرتے ہوئے موزوں ہو گئے تھے بھجوا رہا ہوں۔ خدا کرے یہ آپ کو پسند آئیں اور آپ انہیں اپنی اس خصوصی اشاعت میں شامل کرنے کے قابل سمجھیں!

مزاج گرامی؟ والسلام

ناچیز محتاج دعا
ثاقب زیروی
——— (لاہور)

خبرِ وصال ؎

یہ کون کہہ رہا تھا وہ محبوب چل بسا
جس کی نگاہِ لطف کا لبریز جامِ زیست
موت اُس کی بزمِ ناز میں کیونکر پہنچ گئی
جس کا وجُود باعثِ صد احترامِ زیست

آخری دیدار ؎

سب پٹ کھلے ہوئے ہیں دیارِ حبیب کے
در پیش عشق کو وہ غم افروز شام ہے
آواز دے رہا ہوں رقیبوں کو ہر طرف
اے دلفگار دوڑو کہ دیدار عام ہے

جنازہ ؎

ہونٹوں پہ آہِ سرد جبینوں پہ غم کی دھول
آنکھوں میں سیلِ اشک چھپائے ہوئے چلا
دن ڈھل گیا تو دردنصیبوں کا قافلہ
کاندھوں پہ آفتاب اُٹھائے ہوئے چلا

انتظار ؎

تاریخ پھر کھڑی ہے دوراہے پہ وقت کے
بیتاب دل کو ہے کسی محسن کا انتظار
جو اس کے ہر ورق میں سموئے نظر کا نور
اور تشنہ جدولوں میں بھرے رُخ کا نکھار

رِثَاءُ الْإِمَامِ الْمُصْلِحِ الْمَوْعُوْدِ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

(بقلم الاستاذ عزیز الرحمٰن منگلا)

مِنْ اَيِّ الثَّنَايَا طَالَعَتْنَا النَّوَائِبُ — وَاَيُّ خَطِيْئَتِنَا رَاَتْهَا الْمَصَائِبُ

وَلَمَّا نَكُنْ نَاسِيْنَ رُزْءَ بَشِيْرِنَا — وَشَرِيْفِنَا حَتّٰى اَتَانَا الرَّوَاسِبُ

نُعِيْنَا اِمَامَ الْحَقِّ مِتْنَا اَمَامَهٗ — اَمِ الدَّهْرُ بِالْمُتَلَهِّفِيْنَ يُلَاعِبُ

اَيَا لَيْلَةً كُنَّا نُكَابِدُ طُوْلَهَا — وَبِتْنَا بِرَبْوَةَ وَالْعُيُوْنُ سَوَاكِبُ

فَفِيْهَا فَقَدْنَا نُوْرَنَا وَضِيَاءَنَا — وَبَاتَ الْاَنَاسِيْ مُجَّدًا وَالْكَوَاكِبُ

سُلِبْنَا اَصَاحِ تَلِيْدَنَا وَطَرِيْفَنَا — فَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ سِوَى الصَّبْرِ جَالِبُ

فَلَوْ كَانَ لِلْمَوْتٰى خِيَارُ تَبَادُلٍ — فَدَيْنَاكَ يَا مَحْمُوْدُ اَلْفًا نُصَاحِبُ

عَلَيْكَ مُحَاذِرْ يَا حَيَاةَ جَمِيْعِنَا — فَمَنْ شَاءَ فَلْيَهْلِكْ وَرَآئَكَ غَائِبُ[2]

وَمِنْ مَذْهَبِيْ حُبُّ الْمَسِيْحِ وَآلِهٖ — "وَلِلنَّاسِ مِمَّا يَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ"

وَمَا كَانَ اِلَّا سِرُّ اَحْمَدَ كَامِلًا — وَمَا كَانَ اِلَّا ابْنُهُ الْمُتَعَاقِبُ

وَكَانَ مُحِيْطًا[3] لِلْعُلُوْمِ الظَّوَاهِرِ — كَمَا كَانَ لِلْعِلْمِ اللَّدُنِّيِّ نَاصِبُ[4]

۱؎ کاش ہم مرجاتے۔ ۲؎ میت۔ ۳؎ سمندر۔ ۴؎ بادل۔

بَشَارَاتُ عِیْسٰی نَبِیِّهٖ تَمَّتْ جُمَّةً … هُوَ الْمُصْلِحُ الْمَوْعُوْدُ لَيْسَ يُشَارِكُ

شَرِبْنَا مِنَ الْاَیَّامِ کَأْساً مَرِيرَةً … لَوِ الدَّهْرُ سَالَمَنَا فَنَحْنُ نُحَارِبُ

رَءَيْنَا بُدُوْرَ الْاَرْضِ تَغْرُبُ فِي الدُّجٰى … وَزُرْنَا جِبَالَ الْاَرْضِ قَدْ تَتَسَارِبُ

وَاَثْقَلُ مَحْمُوْلٍ عَلَى الْعَيْنِ دَمْعُهَا … اِذَا بَانَ اَحْبَابٌ وَنَاحَتْ نَوَادِبُ

وَاُبْدِي التَّصَبُّرَ لِلْعَدُوِّ وَلَوْ دَرٰى … بِتَحَرُّقِيْ اَفْتٰى بِاَنِّيَ كَاذِبُ

فَمَنِ الَّذِيْ نَدْعُوْ وَنَهْتِفُ بِاسْمِهٖ … اِذَا هَمَّ اَمْرٌ وَالْتَقَتْنَا الْكَرَائِبُ

وَمَنْ لِكَلَامِ اللّٰهِ يُظْهِرُ قَدْرَهٗ … وَمَنْ فِي الْمَحَافِلِ يَحْضُرُ وَيُخَاطِبُ

سَيَأْتِيْ زَمَانٌ فِي الْبَرَايَا تُمَجِّدُ … يُوَاسِيْكَ اَهْلُ الشَّرْقِ ثُمَّ الْمَغَارِبُ

وَصَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ مَا طَارَ طَائِرٌ … وَمَا دَامَ دِيْنُ الْحَقِّ فِي الْاَرْضِ غَالِبٌ

بِكَ الْحَوْلُ يَا رَبَّ الْبَرَايَا وَقُوَّةٌ … نُوَفِّقْ لَنَا اَنْ نَصْبِرَنْ لَا نُجَاذِبُ[1]

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاَنْتَ مَلَاذُنَا … وَقَدْ مَسَّنَا ضُرٌّ وَاَنْتَ الْمُغَالِبُ

وَيَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِماً … وَعَلٰى مَسِيْحِكَ عَبْدِكَ الْمُتَقَارِبُ

اِلٰهِيْ بِوَجْهِ الْمُصْطَفٰى وَغُلَامِهٖ
تَحَنَّنْ عَزِيْزاً يَوْمَ تُخْشَى الْعَوَاقِبُ

---

[1] لَا نُنَازِعُ۔

حامی و ناصر خدائے پاک ہو

(حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

چودھویں کا چاند ہے پر چاندنی
خالق الانوار نے جب ماند کی

قدرتِ ثانی کا یارب ہو نزول
سب جماعت کی دعائیں کر قبول

ہو چکا ہے ثُلَّۃٌ مِنَ الْاَوَّلِیْن
اور اب ہے ثُلَّۃٌ مِنَ الْآخِرِیْن

بے امامت کے تو رہ سکتے نہیں
صدمۂ فرقت تو سہہ سکتے نہیں

حامی و ناصر خدائے پاک ہو
جلوۂ نورِ شہِ لولاک ہو

پڑھتے ہیں اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
تائبون و آئبون و حامدون

ناصرِ دینِ محمد کی طلب
قدرتِ ثانی کا ثالث منتخب

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے!

وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

(محترم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحقّ والعلاء کانّ اللہ نزل من السّماء، رحمت اور فضل و احسان اور قربت کا نشان، فتح و ظفر کی کلید سیدنا محمودؓ قدیم الٰہی نوشتوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّتِ خاص سے اسے ان تمام صفاتِ عالیہ سے متّصف کیا جو مصلح موعود کے لئے مقدّر تھیں اور ان تمام مقاماتِ قرب سے نوازا جن کا اس نے وعدہ فرمایا تھا۔ یہ فخرِ رسل مصلح موعود ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی پاسبانی کرتا رہا۔ ہاں اس صاحبِ شکوہ اور عظمت و دولت نے ۵۱ سال تک اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے ایک عالم کو بیماریوں سے صاف کیا اور شیطان کی اسیر بے شمار روحوں کی رستگاری کا موجب ہوا۔ وہ کامیاب و کامران جرنیل کی طرح ۷-۸ر نومبر کی درمیانی شب کو اڑھائی بجے صبح ہمارے دلوں کو حزیں بنا کر اپنے ازلی محبوب کو پیارا ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور اس کی نیلے انتہا رحمتیں اس پر نازل ہوں۔ آمین!

آپ کے کارنامے

آپ کے کارنامے ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں ہیں لیکن میں اس مختصر سے مضمون میں نمونے کے طور پر ان میں سے چند تحریر کرتا ہوں۔

تبلیغِ اسلام

آپ کا ایک کارنامہ اندرون ملک اور بیرون ملک میں تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کے لئے ایک مضبوط نظام قائم کرنا ہے۔ آپ کو جب اللہ تعالےٰ نے مقامِ خلافت عطا فرمایا تو آپ نے یہ اعلان کیا کہ سب سے پہلا کام تبلیغ اسلام ہو گا۔ اور آپ نے اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ:۔

"کاش میں اپنی موت سے پہلے دنیا
کے دُور دراز علاقوں میں صداقت احمدیت
روشن دیکھ لوں وما ذلک علی
اللہ ببعید" (رسالہ کون ہے
جو خدا کے کام کو روک سکے)

نیز فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا
کرنے کے لئے میرے دل میں ڈالا ہے
کہ میں اب اسلام اور احمدیت کی
اشاعت کے لئے خاص جدوجہد کروں۔"
(اعلان ضروری ص)

اس کام کی سرانجام دہی کے لئے آپ نے ۱۹۱۹ء میں نظارت دعوۃ و تبلیغ کا ادارہ قائم کیا۔ اسی طرح ایک "انجمن ترقی اسلام" بنائی۔ پھر بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے مراکز کھولے۔ امریکہ میں بھی اور افریقہ میں بھی، یورپ میں بھی اور ایشیا کے مختلف ممالک میں بھی۔ اور آج احمدیت کے اشد ترین مخالف بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ اسلام کی تمام دنیا میں داغ بیل ڈال کر اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

مثلاً لاہور کے ہفت روزہ شیعی اخبار "رضاکار" نے یکم مئی ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں روزنامہ نوائے وقت سے اس کے نمائندہ حفیظ ملک کا مراسلہ زیر عنوان "افریقہ میں تبلیغ اسلام" نقل کر کے لکھا :-

"محترم حفیظ ملک صاحب نے اپنے
مراسلہ میں احمدی مبلغین اور عیسائی
مشنریوں کی افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں
کا جائزہ لیا ہے اور اس امر پر روشنی
ڈالی ہے کہ احمدی مبلغین کس طرح
عیسائی مشنریوں کا منہ توڑ مقابلہ کر کے
لاکھوں افریقیوں کو احمدی بنا رہے
ہیں۔ اختلافِ عقائد کے باوجود حفیظ
ملک نے احمدی مبلغین کی تبلیغی کوششوں
کو سراہا ہے اور انہیں خراجِ تحسین
ادا کیا ہے۔"

اسی طرح مولوی ظفر علی خاں نے باوجود احمدیت کی شدید مخالفت کرنے کے ۱۹۳۲ء میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھا :-

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی
شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری
طرف یورپ میں پھیلی نظر آتی ہیں۔"
(اخبار زمیندار ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

مصر کے اشد ترین مخالف اخبار "الفتح" کے ایڈیٹر نے ۱۳۵۱ھ میں لکھا :-

"میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی
تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے
بذریعہ تحریر و تقریر مختلف زبانوں میں
اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق و
مغرب کے مختلف ممالک و اقوام
میں بصرفِ کثیر زر اپنے دعوے کو تقویت

پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں منظم کر کے زبردست حملہ کیا ہے اور ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں ان کے اپنے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثیرات و کامیابی میں عیسائی پادریوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔ قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پرحکمت باتیں ہیں ۔۔۔۔ جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت زا کارناموں کو دیکھے گا، وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان بھی نہیں کر سکے۔" (الفتح ۲ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ القاہرہ)

پس آپ نے تبلیغ اسلام اور احمدیت کے متعلق جس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں اسے پورا کر دکھایا۔ اور احمدیت کا ذکر اور اس کی روشنی دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

علم القرآن

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کا خاص علم عطا فرمایا اور اس کے پوشیدہ حقائق و معارف پر اطلاع بخشی۔ اور جیسا کہ مصلح موعود کے متعلق الہام الٰہی نے بتایا تھا کہ اس کے ذریعہ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوگا ویسا ہی ہوا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ صـ ۴۸۳)

اور فرماتے ہیں:۔

"خود راقم الحروف نے کئی علوم فرشتوں سے سیکھے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ ایک فرشتہ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر پڑھائی اور اس وقت سے لے کر اس وقت تک سورۃ فاتحہ کے اس قدر مطالب مجھ پر کھلے ہیں کہ ان کی حد ہی کوئی نہیں۔"

(احمدیت کا پیغام صـ ۱۱)

پھر ۱۸ اپریل ۱۹۴۴ء کو آپ نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو بھی اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل

سے میں اس قرآن سے ہی اس کا
جواب دوں گا میں نے بارہا دنیا
کو چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآن
میرے مقابلہ میں لکھو حالانکہ میں کوئی
مامور نہیں ہوں۔ مگر کوئی اس کیلئے
تیار نہیں ہوا۔ ...... میرا دعویٰ
یہ ہے کہ میں نئے معارف بیان کرونگا"
(تبلیغ حق ص۶)

پھر آپ نے ۱۹۴۴ء میں اپنے آپ کو مصلح موعود
والی پیشگوئی کا مصداق قرار دینے کے بعد دہلی کے
جلسہ عام میں معارف قرآنیہ بیان کرنے سے متعلق اپنا
چیلنج دہرا کر فرمایا:۔

"اب بھی میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ
بے شک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور
قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا
مقابلہ کریں مگر دنیا یہ تسلیم کرے گی کہ
میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور
روحانیت کے لحاظ سے بلند تر ہے"

اور آپ نے تفسیر کبیر میں قرآن مجید کے جو نئے معارف
تحریر فرمائے ہیں وہ آپ کے مذکورہ بالا دعویٰ کے
صادق ہونے کی ناقابلِ تردید شہادت ہیں۔ غیر از جماعت
علماء بھی آپ کی اس تفسیر سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس
تفسیر کی بہت سی خصوصیات ہیں جو بخوفِ طوالت یہاں
ذکر نہیں کی جا سکتیں۔ آپ کے علوم قرآنی میں تفوق کا
ایک زمانہ قائل ہے۔ مولوی ظفر علی خان کو بھی ایک
مخالفِ احمدیت گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس
حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا آپ نے کہا

"کان کھول کر سنو تم اور تمہارے
لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت
تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس
قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے
پاس کیا دھرا ہے ...... تم نے
کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔
...... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت
ہے جو تن من دھن اس کے اشارے
پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو
تیار ہے ...... مرزا محمود کے پاس
مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔
دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا
گاڑ رکھا ہے" (ایک خوفناک
سازش ص۱۹۶ مؤلفہ مظہر علی اظہر)

سیاسی مسائل میں رہنمائی

یہی نہیں کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید
کے حقائق و معارف کا دروازہ کھول دیا اور روحانی
اور باطنی علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا بلکہ ظاہری
علوم سے بھی آپ کو نوازا۔ چنانچہ آپ نے اہم سیاسی
مسائل میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ مسجد کانپور کا
واقعہ، بزرگوں کی توہین اور ملکی قانون، مطالبہ آزادی
کی تحریک، ترکوں سے اظہار ہمدردی، تحریک ہجرت،

تحریک۔ عدم تعاون، ملکانہ شدھی کی تحریک وغیرہ مسائل میں مسلمانوں کی نہایت صحیح رنگ میں مدبرانہ رہنمائی فرمائی۔

پھر آپ نے کتاب "مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" لکھ کر دو قوموں کے تصور کو اجاگر کیا جس کی بنا پر پاکستان وجود میں آیا۔ مدیر روزنامہ سیاست لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۳۰ء میں آپ کے متعلق لکھا کہ:۔

"آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے۔ نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے، سائمن کمشن کے روبرو مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ پیش کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے میں آپ نے بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔"

سخت ذہین و فہیم ہوگا

الہام میں مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے یہ خبر دی گئی تھی کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا" اس حقیقت کو بھی آپ کے مخالفین نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مفکرِ احرار چوہدری افضل حق نے آپ کے متعلق لکھا:۔

"جس قدر روپیہ احرار کی مخالفت میں قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان دماغ اس کی پُشت پر ہے وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو پل بھر میں درہم برہم کرنے کے لئے کافی تھا"

(اخبار مجاہد ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء)

آزادیٔ کشمیر کی تحریک

۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو زعمائے ہند کی شملہ میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں بعض کشمیری لیڈر بھی موجود تھے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی گئی اور ڈاکٹر اقبال اور خواجہ حسن نظامی دونوں نے آپ کے صدر بنائے جانے پر زور دیا جسے آپ نے منظور فرما لیا۔ پھر آپ نے عزم و استقلال اور جوش و خروش کے ساتھ یہ کام ایسے طور پر سرانجام دیا کہ مہاراجہ کشمیر مسلمانانِ کشمیر کے مطالبات کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگیا اور اس نے مطلوبہ حقوق دینے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح آپ کی بے مثال اور اَن تھک جدوجہد اور پُرخلوص مساعی کے ذریعہ ریاستی عوام کو اکثر بنیادی حقوق حاصل ہوگئے۔ تقریر و تحریر کی آزادی اور اسمبلی بنانے کا حق بھی انہیں مل گیا اور مزید حقوق کے لئے راستہ کھل گیا۔

۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مظفر آباد میں جو حکومت آزاد جموں و کشمیر کا قیام عمل میں آیا جو آج تک قائم ہے وہ بھی آپ ہی کے مشورہ کے مطابق عمل میں آیا تھا۔ مسلم پریس نے آپ کے آزادیٔ کشمیر سے متعلق شاندار کارناموں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو خراجِ تحسین

ادا کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ

"جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک
تھی اُس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلافِ
عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو
صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام
کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین
انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلافِ
عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو
منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل
ناکام رہتی اور اُمتِ مرحومہ کو
سخت نقصان پہنچتا۔"

(روزنامہ سیاست ۱۸ مئی ۱۹۳۳ء)

اور مولانا عبدالمجید سالک تحریکِ آزادیٔ کشمیر
کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"شیخ محمد عبداللہ (شیرِ کشمیر)
اور دوسرے کارکنانِ کشمیر مرزا
محمود احمد صاحب اور ان کے بعض
کارپردازوں کے ساتھ .....
علانیہ روابط رکھتے تھے اور ان
روابط کی بناء محض یہ تھی کہ مرزا
صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ
سے تحریکِ کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں
سے کر رہے تھے اور کارکنانِ کشمیر
طبعاً ان کے ممنون تھے۔"

(ذکرِ اقبال صفحہ ۱۸۱)

جناب شیخ عبدالحمید صاحب ایڈووکیٹ جموں
حال مظفر آباد آزاد کشمیر کا بیان ہے کہ:۔

"میرے نزدیک دیانتداری کا
یہ تقاضا ہے کہ اس امر کا اظہار
بلاخوفِ تردید کیا جائے کہ میاں
بشیر الدین محمود صاحب امام جماعت
احمدیہ اور ان کی تشکیل کردہ کشمیر
کمیٹی اور ان کی جماعت کے افراد
نے جو گرانبہا خدمات تحریکِ آزادیٔ
کشمیر کے سلسلہ میں انجام دیں اس کا
ہی یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانانِ ریاست
اپنے حقوق حاصل کرنے میں بڑی
حد تک کامیاب ہوئے۔"

الغرض آزادیٔ کشمیر کے سلسلہ میں جو عظیم الشان
کام کیا گیا ہے تاریخ آزادیٔ کشمیر اس کے ذکر
کے بغیر مکمل تاریخ نہیں ہو سکے گی۔

تعمیرِ ربوہ

آپ کے کارناموں میں سے ایک عظیم الشان
کارنامہ ربوہ کی تعمیر ہے۔ اور یہ اس لحاظ سے ایک
بہت ہی بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے ایسے وقت میں
جبکہ جماعت لُٹی پِٹی پہنچی تھی ایک نیا اور شاندار
جماعت کا مرکز قائم کر دیا جس میں سب دفاتر، سکول،
کالجز اور دیگر ادارے قائم ہیں اور تمام ضروریاتِ
زندگی مہیا ہیں۔ اس کے دیکھنے والے اسے حکومت

اور عوام کے لئے ایک سبق خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ سفینہ لاہور نے ۲ر نومبر ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں لکھا کہ:-

"ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے لیکن اس طرح کہ وہاں سے بھی اُجڑے اور یہاں بھی کس مپرسی نے انہیں منتشر رکھا...... ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے لیکن ان کی تنظیم، ان کی اخوت اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتداء کی ہے...... ربوہ ایک اور نقطۂ نظر سے بھی قابلِ نظر ہے۔ وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونہ پر بسا سکتی ہے۔ ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے مُنہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر سب کچھ کر دکھاتے ہیں"

آپ کے کارناموں کے ذکر کے سلسلہ میں یہی کہنے پر مجبور ہوں ؎

"دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار"

آپ کے ہزارہا کارناموں میں سے جماعت میں مختلف تنظیمیں قائم کرنا بھی ہے۔ مثلاً مجلس انصاراللہ، مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا قیام۔ پھر نظارتوں کا قیام۔ تحریک ہجرت و عدم موالات میں مسلمانوں کی رہنمائی، اچھوت اقوام کی طرف توجہ اور ملکانوں میں فتنۂ ارتداد کا مقابلہ۔ مذہبی پیشواؤں کے احترام کیلئے قانون پاس کروانا۔ سائمن کمشن و گول میز کانفرنس سے متعلق تصانیف سیاسی مسائل میں مسلمانوں کی قیادت۔ قیامِ پاکستان کے لئے مساعی۔ مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل کرنے کا کارنامہ۔ تقسیم کے وقت مسلم عورتوں کو پاکستان میں لانے کے لئے آپ کی مساعی۔ قادیان سے ہجرت کے بعد پاکستان کے طول و عرض میں استحکامِ پاکستان اور پاکستان کے مستقبل کے موضوع پر مختلف شہروں میں تقریریں اور لیکچرز۔ بیرونی مشنوں کا قیام مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم۔ تحریک جدید۔ وقف جدید وغیرہ سب آپ کے ایسے عظیم الشان کارنامے ہیں جو اپنوں کے علاوہ غیروں سے بھی خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اور سچ ہے کہ ؂

والفضل ما شهدت به الاعداء ؎

بے ساختہ تاثرات کے دو نمونے

(اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے لاکھوں احمدیوں نے جس درد و کرب سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر کو سُنا اور اپنے خطوط میں اس کا اظہار کیا وہ بے مثال محبت کی دلیل ہے ہم اپنے نجی خطوط میں سے صرف دو بطور نمونہ درج ذیل کرتا ہوں ـــــ ایڈیٹر)

(۱) میری پیاری بیٹی عزیزہ امۃ الباسط سلمہا اللہ تعالیٰ نے بکوبا (تنزانیہ) مشرقی افریقہ سے لکھا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود

میرے پیارے ابا جان و امی جان دام ظلکما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۹ نومبر کی شام ہمیں ریڈیو پاکستان سے وہ افسوسناک خبر سُننا پڑی جس کے سُننے کے لئے ہمارے دل تیار نہ تھے کہ ہمارے روحانی باپ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی حضور رضی اللہ عنہ کی بیماری کی خبر سُنی تھی دعاؤں اور صدقات میں لگے رہے اور رب العزت کے حضور درد سے یہ دعائیں کرتے رہے کہ اے ہمارے خدا اگر

تقدیر یہی ہے تو تقدیر بدل دے
تحریر یہی ہے تو تحریر بدل دے
وقت آ بھی گیا ہو تو ٹل سکتا ہے مولا

مگر آخر وہی ہوا جو منظورِ خدا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضور کی وفات کی خبر سُنتے ہی حضرت سیدنا امامنا مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے نام، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے نام تعزیتی تار بھجوائے اور ساتھ ہی حضور کے جانشین حضرت صاحب کو قبول کرتے ہوئے بیعت کے خطوط بھی لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھے اور حضور کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عزیزہ امۃ الرافع بھی حضور کی صحتیابی کیلئے بہت دعا کیا کرتی تھی وفات کی خبر سُن کر بہت روئی اور کہنے لگی۔ امی! جب ہم پاکستان جائیں گے تو دادا آقا جان ہوں گے۔ اس پر پھر میری بھی آنکھیں بھر آئیں۔ بچی کو گلے سے لگایا اور سمجھایا کہ بچے ہم سب نے اللہ جی کے پاس جانا ہے رونے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کی بیٹی
امۃ الباسط ایاز

(۲) مکرم میاں محمد شریف صاحب اشرف بی۔ اے سابق پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لندن سے لکھا:-

مکرم محترم جناب مولانا ابوالعطاء صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ بدھ کے روز یعنی ۱۱/۱۰ کو مجھے ایک دوست کی زبانی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دردناک اور دل ہلا دینے والی رحلت کی خبر ملی (باقی صفحہ ۵۹ پر)

عشقِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

نظم و نثر کی روشنی میں

(جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد کے قلم سے)

ہمارے محبوب امام سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ دورِ حاضر کے عظیم ترین روحانی پیشوا، مصلحینِ اُمت کی گوناگوں صفات کے مرقع اور "فخرِ رسل" کے آسمانی لقب کے حامل تھے۔ حُسن میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے مثیل، خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بروز، کمالاتِ شعری میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مظہر اور عشقِ رسول میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجسم تصویر!

حضور انور رضی اللہ عنہ کی خدانما زندگی کے اگرچہ ہزاروں پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے اور آپ کی ذات میں ایک منفرد اور ممتاز حیثیت سے جلوہ گر ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاشقانہ تعلق کے بعد آپ کو اوّلین و آخرین میں سے جس وجودِ مقدس و مطہر کے ساتھ سب سے زیادہ محبت و عقیدت تھی اور جس کی یاد میں آپ کی رُوح ہر وقت گداز رہتی اور حمد کے ترانے گاتی تھی وہ سیدالاوّلین والآخرین فخرِ دو عالم فخرِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (فداہ ابی و امی و روحی وجنانی) تھے جس کا کسی قدر اندازہ آپ کے شعری کلام سے بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر مضمون میں حضور رضی اللہ عنہ کی منظومات میں سے ایک مختصر سا انتخاب ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

اعنفوانِ شباب کے آغاز سے حبِّ محمد کے ترانے

سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک صرف اٹھارہ برس کی تھی کہ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اشعار کہے جن سے قطعی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جناب الٰہی کی طرف سے عشقِ رسول کا بے پناہ جذبہ ابتداء ہی سے آپ کی فطرت کو ودیعت کیا گیا تھا اور آپ کی رُوح کو رُوحِ مصطفوی سے ایک خاص نسبت و تعلق تھا۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۰۷ء میں فرمایا:

محمد میرے تن میں مثلِ جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے

وہ ہم کو کہتے ہیں دیں کے ہمیں قرار نہیں
وہ تم کو دینِ محمد سے کچھ بھی پیار نہیں

کروڑ جاں ہو تو کر دوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں

۲۔ انیس ۱۹ سال کی عمر میں نعتِ رسولؐ

۱۹۰۸ء میں جبکہ حضورؓ کی عمر صرف انیس ۱۹ سال کی تھی آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایک پُرکیف نعت لکھی جس کے چند اشعار یہ تھے ؎

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مرا دل اُس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
مرا ہر ذرہ ہو قربانِ احمدؐ
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
اسی [illegible] مری جاں
گدایا درِ یار میں بھی اک مزا ہے
مجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

۳۔ دینِ مصطفیٰؐ کے لئے درد

اسی زمانہ میں ایک اور نظم میں دینِ محمدؐ کے لئے اپنی بے قراری اور اضطراب کا یوں نقشہ کھینچا ہے ؎

کچھ اپنے تن کا فکر ہے مجھ کو نہ جان کا
دینِ محمدیؐ کے لئے مر رہا ہوں میں
بیمار دین کے لئے خاکِ شفا ہوں میں
ہاں کیوں نہ ہو کہ خاکِ درِ مصطفیٰؐ ہوں میں

۴۔ جمالِ محمدیؐ میں برکت کے لئے دعا

جنوری ۱۹۱۴ء میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا چشمہ بحرِ مواج کی شکل اختیار کر گیا اور آپ کے قلب و رُوح جمالِ محمدیؐ اور صفاتِ محمدیؐ اور انوارِ محمدیؐ کے تصور میں بے خود ہو کر بے ساختہ پکار اُٹھے ؎

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت
ہو اسکی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اس کی شان میں برکت جلال میں برکت

۵۔ جلوۂ محمدیؐ کا پُرکیف منظر

علم و عرفاں کی سیرِ روحانی میں اور آگے بڑھے تو جلوۂ محمدیؐ کا ایک نیا رنگ نظر آیا چنانچہ عالمِ کیف میں دنیا کو للکارا ؎

مرے پکڑنے پہ قدرت تجھے کہاں صیاد
کہ باغِ حسنِ محمدؐ کی عندلیب ہوں میں

اور رسولِ کائناتؐ سے لقاءِ الٰہی کیلئے درخواست کی ؎

یا محمدؐ دلبرم از عاشقانِ روئے تست
مجھ کو بھی اس سے ملا دے ہاں ملا دے آج تو

شروع ۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح موعود کے منصب کا انکشاف ہوا تو اس عاشقِ رسولؐ کے اندر ایک تغیرِ عظیم برپا ہو گیا اور ریاضِ رسولؐ میں بلبل کے نغموں کا رنگ ہی بدل گیا۔ چنانچہ حضورؓ نے دعوئ مصلح موعود

کے دو ماہ بعد ایک پُر معارف نظم لکھی جس میں والہانہ انداز میں اپنی اس تمنائے دلی کا واضح لفظوں میں اظہار فرمایا کہ ؎

شیطاں کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰؐ ہو
پھر اُمّتِ مصطفیٰؐ کے لئے دستِ بدعا ہوئے ؎
سیّدالانبیاءؐ کی اُمّت کو
جو ہوں غازی کی بھی وہ ہماری جنتی

۶۔ فیضانِ مصطفوی کی منادی

پھر حضورؓ کے فیضان اور قوتِ قدسی اور تاثیرِ روحانی کا یہ ولولہ انگیز اعلان فرمایا :-

؎

كَمْ تَنْفَعُ الثَّقَلَيْنِ تَعْلِيمَاتُهُ
تَدْخُضَنَّ دِيْنُ مُحَمَّدٍ بِعُلُوْمِهَا
ظَهَرَتْ هِدَايَةُ رَبِّنَا بِقُدُوْمِهِ
زَالَتْ ظَلَامُ الدَّهْرِ عِنْدَ قُدُوْمِهَا
جَاءَ بِتِرْيَاقٍ مُزِيْلٍ سِقَامَنَا
غَابَتْ غَوَايَتُنَا بِكُلِّ سُمُوْمِهَا
نَزَلَتْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ لِنَصْرِهِ
قَدْ فَاقَتِ الْأَرْضُ مِنِّيْ بِطُلُوْمِهَا
رُفِعَتْ بُيُوْتُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَفَاعَةً
خُسِفَ الْبِلَادُ بِفَرْسِهَا وَرُوْمِهَا
مُنِحَ الْعُلُوْمُ صَغِيْرُهَا وَكَبِيْرُهَا
صَبَّتْ سَمَاءُ الْعِلْمِ مَاءَ غُيُوْمِهَا
فَاضَتْ صُفُوْفُ الْكَوْثَرِ شَوْقًا لَهُ
وَعَدَتْ إِلَيْهِ الْجَنَّةُ بِكُرُوْمِهَا

یعنی حضورؓ کے علوم جن و انس کو کس طرح نفع دے رہے ہیں۔ یہ علوم سارے کے سارے دینِ محمدی ہی سے ہیں۔ ہمارے رب کی ہدایت حضورؐ کے آنے سے ظاہر ہوئی۔ ہدایت کے آنے سے زمانہ بھر کا اندھیرا دور ہو گیا۔ حضورؐ ایسا تریاق لائے جو ہماری بیماریاں دور کرنے والا تھا۔ ہماری گمراہی اپنے تمام زہروں سمیت چھپ گئی۔ آپؐ کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اترے۔ اپنی چمک دمک سے زمین آسمان پر فوقیت لے گئی۔ مومنوں کے گھر مرتبہ میں بلند ہو گئے اور فارس و روم کے شہر ذلیل و خوار ہو گئے۔ حضورؐ نے چھوٹے بڑے سب ہی کو علوم بخشے۔ آسمانِ علم نے بادلوں کا پانی بہا دیا اور ان کے اشتیاق کی وجہ سے چشمۂ کوثر کے پانی بہہ پڑے اور جنّت الفردوس اپنے انگوروں کو لیکر آپؐ کی طرف دوڑ آئی۔

۷۔ آنحضرتؐ کی عالمگیر حکومت کے قیام کی دعا

۱۹۴۷ء کے انقلاب میں قادیان سے ہجرت کر کے ارضِ پاکستان میں رونق افروز ہوئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رسولِ خداؐ کی عالمگیر روحانی حکومت کے قیام کی خاطر ربوہ کے نام سے ایک نئی بستی کی بنیاد رکھی اور اپنے مولائے حقیقی سے دعا کی ؎

آپ آ کے محمدؐ کی عمارت کو بنائیں
ہم کفر کے آثار کو دنیا سے مٹائیں

۸۔ بارگاہِ نبوی میں التجا

احمدیت کے مرکزِ جدید کی تعمیر کا نیا دور شروع ہوا تو ایک طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں نذرانۂ عقیدت لے کر التجا کی ؎

اے شاہِ معالی آ بھی جا
اے ضوءِ لآلی آ بھی جا
اے شاہِ جلالی آ بھی جا
اے روحِ جمالی آ بھی جا
تو میرے دل میں۔ دل تجھ میں
قصدیؐ و مَنالی آ بھی جا
دشمن نے گھیرا ہے مجھ کو
صبریؐ و بَسالی آ بھی جا
سب کام مرے تجھ بن اے جاں
ہیں لطف سے خالی آ بھی جا

دوسری طرف اہلِ عالم کو پُرشوکت الفاظ میں توجہ دلائی ؎

آسمانی بادشاہت کی خبر احمدؐ کو ہے
کس کی ملکیت ہے عالمِ رنگیں سے پوچھیے
کس قدر صدمے اُٹھائے ہیں ہمارے واسطے
قلبِ پاکِ رحمۃ للعالمینؐ سے پوچھیے

اسی سوز و گداز کے عالم میں یہ انکشافِ حقیقت بھی فرمایا ؎

عشقِ خدا کی مئے سے بھرا جام لائے ہیں
ہم مصطفیٰؐ کے ہاتھ پہ اسلام لائے ہیں

نیز سیدنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت و رسالت کا اظہار بایں الفاظ فرمایا ؎

فرش سے جا کر لیا دم عرش پر
مصطفیٰؐ کی سیرِ روحانی تو دیکھ

۹۔ دعائیہ اشعار میں جماعت کو وصیت

بالآخر حضورؓ نے جب اپنی نگاہِ بصیرت سے اپنی واپسی کا زمانہ قریب سے قریب تر آتا محسوس کیا اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی مبارک ساعتیں نزدیک دکھائی دینے لگیں تو اپنی جماعت کو دعائیہ اشعار میں وصیت فرمائی ؎

حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خدا کرے
پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو
حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خدا کرے
بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے
تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

۱۰۔ نثر میں عشقِ رسولؐ کی جھلکیاں

یوں تو سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے شعری کلام

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ان کے عشق و محبت کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جہاں تک حضورؓ کی مقدس تحریرات اور پاکیزہ ملفوظات کا تعلق ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ بلند، شانِ ارفع اور فیوضِ روحانیہ کا تذکرہ بڑی کثرت سے ملتا ہے جو بلا مبالغہ ہزاروں صفحات پر محیط ہے اور الفضل کے پچاس سالہ فائل اس پر شاہد ناطق ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی متعدد مطبوعہ تصانیف و تقاریر مثلاً "سیرۃ النبیؐ" "دنیا کا محسن"، "اسوۂ کامل"، "دیباچہ تفسیر القرآن" "سیرۃ روحانی" "سیرۃ خیر الرسل" تو تذکارِ نبوی ہی کے لئے مخصوص ہیں جن کی سطر سطر سے عشقِ رسالت کے چشمے پھوٹتے ہیں مگر اس وقت حضور کی دلآویز، روح پرور، ایمان افروز اور وجد آفریں تحریرات میں سے بطور مثال صرف ایک شہ پارہ پیش کرتا ہوں جس سے عصرِ حاضر کے اس بے نظیر عاشقِ رسولؐ کے مقامِ عشق و محبت کی ایک جھلک ہمارے سامنے آتی ہے۔

سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ مبارک کے سالِ اوّل کے اختتام پر ایک کتاب "حقیقۃ النبوۃ" تالیف فرمائی جس کے صفحہ ۱۸۰ پر تحریر فرمایا:۔

"نادان انسان ہم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے، اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تختِ شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اسکے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں کیوں اس سے محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے کہ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ بابِ نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔"

اللّٰھم صلّ علی محمدٍ وعلی آل محمدٍ وبارک وسلم انک حمیدٌ مجیدٌ +

خلافتِ ثانیہ کا برکات و انوار سے معمور دَور

(جناب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا نصف صدی سے زائد عرصہ دورِ خلافت خدائی انعامات اور برکات سے معمور ہے۔ جماعت احمدیہ کی ابتداء اور آپ کی پیدائش ۱۸۸۹ء میں ہوئی اور اس طرح دونوں توام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کے آغاز کے ساتھ ہی آپ کی پیدائش اپنے اندر ایک گہری حکمت رکھتی ہے۔ کیونکہ خدائی بشارات سے یہ امر واضح ہے کہ سلسلہ کی ترقی و عروج کے ساتھ آپ کو خصوصی ارتباط تھا اور آپ کے وجود باجود کے ذریعہ ہی جماعت احمدیہ ترقیات کی منازل طے کرنے والی اور زمین کے کناروں تک شہرت پانے والی تھی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پسر موعود کے متعلق الہامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ مسیح موعود کے دَور کو لمبا کیا جائے تاکہ اس زمانہ میں جبکہ دجالی اور طاغوتی طاقتیں اپنے عروج پر ہیں مسیحی صفت نفوس کے ذریعہ اس کا تریاق مہیا کیا جائے۔ چنانچہ پسر موعود اور مصلح موعود کی پیشگوئی بھی اسی غرض کے لئے تھی کہ جب مسیح موعود کی طبعی عمر پوری ہو جائے تو آئندہ اس مشن کو ایک "مسیحی نفس" وجود کے ذریعہ لمبا کر دیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلاء ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱)

اسی طرح حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کی تشریح کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"دَور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے

نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ
جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ
خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دیگا
جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اس
کے رنگ میں رنگین ہو جائے گا اور
اس کے بعد اس کی یادگار ہوگا۔
یہ درحقیقت اس عاجز کی اس
پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک
لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔"
(نشانِ آسمانی صفحہ ۱۳)

غرض سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ
کا عہد مبارک بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے ہی دور کا ایک حصہ تھا۔ کیونکہ آپؓ حسن و احسان
میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مثیل و نظیر تھے۔ چنانچہ
خود حضورؓ نے ۸ر جنوری ۱۹۴۴ء کو جو رؤیا دیکھی اور
جس کی بناء پر آپ نے مصلح موعود کا دعویٰ کیا۔ اس
میں بھی اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا
ہے حضورؓ فرماتے ہیں:۔

"اس وقت میری زبان پر جو فقرہ
جاری ہوا وہ یہ ہے۔
انا المسیح الموعود
مثیلہ وخلیفتہ
اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس
کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔
تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ
کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے
اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر
کیا جاری ہوا اور اس کا کیا
مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔
اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ
بات آئی کہ اس کے آگے جو الفاظ
ہیں کہ مثیلہٗ میں اس کا نظیر
ہوں وخلیفتہٗ اور اس کا
خلیفہ ہوں۔ یہ الفاظ اس سوال
کو حل کر دیتے ہیں اور حضرت
مسیح موعودؑ کے الہام کہ وہ حسن و
احسان میں تیرا نظیر ہوگا اسکے مطابق
اور اسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ
میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب
یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور
اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے
ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعود
ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور
اس کے اخلاق کو اپنے اندر لیگا
وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے
کا مستحق بھی ہوگا۔" (الموعود۔ تقریر
۲۸ر دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۶۳-۶۴)

پھر حضورؓ نے ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ میں اس امر کی
مزید وضاحت فرمائی ہے اور اس بات کا ادعا فرمایا کہ
حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ آپ کے زمانہ تک ممتد ہے۔

فرماتے ہیں :-

"حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ میرا زمانہ اسلئے حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے کہ دوبارہ بعثتِ مسیحی میں ابھی کچھ وقفہ ہے۔ اسلئے مَیں اس وقفہ کو پورا کرنے کیلئے آیا ہوں۔ جب وہ ہوگی تو یہ خلیج پاٹ کر ایک ہی زمانہ پھر شروع ہو جائے گا۔ پس درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ممتد ہے میرے زمانے تک جبتک مَیں ہوں اُس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کا ہی زمانہ ہے۔ پھر اَور مسیح ہونگے شاید وہ کچھ وقفہ کے بعد ہوں۔ لیکن مقدر یہی ہے کہ اسلام کے استحکام کے لئے بار بار مسیح دنیا میں آئیں اور انہیں آنا چاہیئے۔ کیونکہ جتنا نقصان مسیحؑ کی اُمت نے اسلام کو پہنچایا ہے اتنا نقصان اَور کسی نے نہیں پہنچایا۔ اسلئے اسلام کے استحکام پر بھی خدا تعالےٰ نے مسیح کی اُمت کو ہی لگانا چاہتا ہے۔ غرض تمام پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ یہ زمانہ مسیح موعود کا ہے اور مَیں ان کا بروز اور ان کا نام پانے والا ہوں"

(الفضل ۲۶ دسمبر [illegible])

اس لحاظ سے خلافتِ ثانیہ کا عہد بھی غیر معمولی خدائی انعامات میں سے تھا اور درحقیقت مسیحِ محمدی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عہد کو لمبا کرنے کے لئے آپؑ کے دَور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور یہ امر الٰہی نوشتوں میں پہلے سے موجود تھا۔ طالمود میں اس امر کی پیشگوئی تھی اور اُمتِ محمدیہ کے بعض بزرگوں کو بھی اس کا علم خدا تعالےٰ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت نعمت اللہ ولی نے بھی اپنے منظوم الہامی قصیدہ میں اس کا ذکر کیا تھا۔ اسلئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہدِ مبارک بھی نہایت اہم اور بابرکت تھا اور مبارک ہیں وہ لوگ جن کو اِس عہدِ سعادت سے کماحقہٗ مستفید اور فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا ہے ◆

اپنی اولاد کے لئے دُعا

الٰہی تیز ہوں ان کی نگاہیں
نظر آئیں سبھی تقویٰ کی راہیں
یہ قصرِ احمدی کے پاسباں ہوں
یہ ہر میدان کے یارب پہلواں ہوں
ثریا سے یہ پھر ایمان لائیں
یہ واپس تیرا قرآن لائیں

(کلامِ محمودؓ)

ہمارا پیارا رہنما

(جناب مولوی محمد صادق صاحب - سابق مبلغ سماٹرا)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیر الدین محمود احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے انسان تھے کہ جن کی ولادت کی خبر خود خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ لڑکا جو تجھے دیا جائے گا وہ ہماری رحمت کا نشان ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ ہم نے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر مشاہدہ کیا کہ واقعی وہ ایک "نشانِ رحمت" ہے۔ کیا وہ شخص جسے ہر شے میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہو، کیا وہ شخص جسے صرف یہی ایک دُھن ہو کہ مخلوق اپنے خدا کو راضی کرے، کیا وہ شخص جو خود بھی خدا کے لئے اپنی ذات کو فنا کر چکا ہو، کیا وہ شخص جس کا لمحہ لمحہ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت میں صرف ہو، کیا وہ شخص جس کی ساری اولاد بھی صرف اور صرف دین کے لئے وقف ہو، کیا وہ شخص جس کی مالی قربانی بھی بے نظیر ہو، کیا وہ شخص جو ہمیشہ اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کی فکر میں ہو، کیا وہ شخص جو قرآنی حقائق و معارف کے خزانے لٹانے والا ہو، کیا وہ شخص جو دنیا میں سینکڑوں ہزاروں بیواؤں اور یتامیٰ اور غرباء کی ڈھارس ہو اور ان کا غم بٹانے والا ہو، کیا وہ شخص جو غیروں کے لئے بھی تڑپ تڑپ کر دعائیں کرنے والا ہو کہ خدا انہیں ہدایت دے، کیا وہ شخص جس کا کلام مُردوں کو جلا دینے والا ہو، کیا وہ شخص جس کی تقریر روحوں کو مسحور کرنے والی ہو، کیا وہ شخص جس کی تحریر انسانی دماغ پر مسلط ہو جانے والی ہو، کیا وہ شخص جو پاک اخلاق کا مجسمہ ہو اور پاک نمونہ ہو، کیا وہ شخص جو اُمتِ مسلمہ کی اصلاح کے لئے رات اور دن ایک کر دینے والا ہو، کیا وہ شخص جو بلا دھڑک سچائی کو پیش کرنے والا اور نڈر ہو، کیا وہ شخص جو دشمنانِ اسلام کے سامنے اسلام کیلئے سینہ سپر ہونے والا ہو، کیا وہ شخص جو اپنی جماعت کیلئے راتوں جاگتے بسر کرنے والا ہو، کیا وہ شخص جو ہر آن چوکس اور چوکنا ہو کہ کسی طرح بھی دین کے کام میں سستی اور غفلت راہ نہ پا جائے، کیا وہ شخص جو دنیا پر اسلامی مشنوں کا جال پھیلانے والا ہو، کیا وہ شخص جو دنیا کو خدا کے گھروں (مسجدوں) سے آباد کرنے والا ہو، کیا وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام (قرآن مجید) کو سکھلانے اور پھیلانے کا عشق رکھتا ہو، کیا وہ شخص جس کی روحانی قوت کی وجہ سے ہزاروں

لاکھوں انسان اس کی طرف کھنچے آ رہے ہوں، کیا وہ شخص جس پر لاکھوں انسان اپنی جان، مال اور عزت نچھاور کرنے کے لئے ہر آن تیار ہوں، کیا وہ شخص جس کی نیک تحریکوں سے ہزاروں آدمیوں نے اپنی جانیں اور جائدادیں وقف کر دی ہوں، کیا وہ شخص جو عشقِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کلیتہً ڈوبا ہوا ہو، کیا وہ شخص جو ہر ملک، ہر قوم اور ہر شخص کی بھلائی میں راہنمائی کرنے کی پوری طرح قابلیت رکھتا ہو، کیا وہ شخص جو اپنی روحانی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن میں بھی بے مثال ہو کر دیکھنے سے آنکھیں نہ تھکیں اور کبھی دل نہ بھریں، کیا وہ شخص جو لاکھوں اسیروں کی رستگاری کے لئے اَن تھک اور ازحد محنت کرنے والا ہو خدا کی طرف سے "نشانِ رحمت" نہیں تو اور کیا ہے؟

آہ! وہ ہم سے جدا ہو کر اپنے حقیقی مولیٰ کو پیارا ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہم نے اسے ساہا سال تک دیکھا مگر سیر نہ ہوئے اس کی جدائی کی وجہ سے دل کو جو زخم پہنچا وہ ایک عرصہ کے بعد ہی شاید مندمل ہو تو ہو۔

کنت السواد لناظری
فعمی علیک الناظر

اے محمود! تجھ پر خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں اور وہ تجھے اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ تُو خدا کی طرف سے بشیر ہو کر آیا تھا اور بشیر بن کر ہی زندگی بسر کی۔ تو محمود تھا، محمود ہی رہا اور انشاء اللہ محمود ہی رہے گا۔

وسیع النظر اور صاحبِ فراست تھے

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی وسیع نظر بخشی تھی آپ خدا کے نور سے منور تھے۔ ایک دفعہ خاکسار نے سنگاپور سے عرض کیا کہ اس وقت سنگاپور اور ملایا میں سخت مخالفت ہو رہی ہے حضور راہنمائی فرمائیں۔ جواب آیا کہ دورے پر چلے جاؤ اور تمام علماء اور امراء سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرو۔

میں نے ارشاد کے مطابق سنگاپور سے دورہ شروع کیا اور پینانگ تک چلا گیا۔ قریباً ایک سو علماء سے ملاقات کی اور احمدیت کے متعلق ان کے سامنے وضاحت کی۔ میں نے دیکھا کہ قریباً نوے فیصدی علماء نے اقرار کیا کہ ہم احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں، خادمِ اسلام یقین کرتے ہیں اور انہیں کافر کہنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمیں پہلے احمدیت کے متعلق دھوکا دیا گیا تھا۔

رُوحانی امراض کے معالج تھے

ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضور! تین چار ماہ سے نماز میں وہ سرور اور لذّت محسوس نہیں ہوتی جو پہلے حاصل ہوتی تھی۔ حضور راہنمائی فرمائیں۔

جواب آیا کہ "ابتہال سے کام لیں"۔ ابتہال کے معنی ہیں دعا پر زور دینا۔ سو ارشاد کے مطابق دعاؤں پر زور دیا گیا تو پھر وہی لذّت اور سرور حاصل ہونے لگا۔ الحمدللہ وجزاہ اللہ تعالیٰ عنّا خیر الجزاء۔

مہربان و مشفق باپ تھے

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ زیادہ راتوں کو جاگنے اور از حد محنت کرنے کی وجہ سے خاکسار کو دوران سر کا مرض لاحق ہو گیا۔ کئی دفعہ کھڑے کھڑے گرا اور جب بھی کوئی دماغی کام کرنے لگتا تو چکر شروع ہو جاتے۔ اسلئے تین چار ماہ تک حضور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی عریضہ نہ بھیج سکا۔ ایک دن ایسی حالت ہو گئی کہ سر نہ اٹھا سکتا تھا اور ۲۴ گھنٹے تک سویا۔ آخر جاگا تو محسوس کیا کہ میری بیماری جاتی رہی ہے۔ نہا دھو کر کپڑے تبدیل کئے اور حضور پُرنور کی خدمت میں صرف ایک مختصر سی چٹھی لکھی کہ حضور پُرنور خاکسار کے لئے دعا فرماویں۔ جواب آیا کہ "اتنے عرصہ کے بعد آپ کو خط لکھنے کا خیال کیسے آیا"

یہ جواب پڑھ کر حیران ہو گیا کہ وہ شخص جسے روزانہ سینکڑوں چٹھیاں آتی ہوں اُسے کیسے یاد رہ سکتا ہے کہ فلاں شخص کی چٹھی ایک عرصہ سے نہیں آئی۔

میں نے جواباً عرض کیا کہ مجھے دوران سر کی تکلیف لاحق ہو گئی تھی۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ:۔

"دوران سر دو وجہ سے ہوتا ہے
پرانے ملیریا سے یا کم سونے سے۔
اگر تو ملیریا کی وجہ سے ہے تو علاج
کروائیں اور اگر کم سونے کی وجہ
سے ہے تو آئندہ نیند پوری لیا کریں"!

اللہ! اللہ! کیا ہی مہربان اور پیارا تھا ہمارا یہ امام !!!

بڑے قدر دان اور منصف تھے

میں جب ۱۹۵۵ء میں سنگاپور سے واپس آیا تو وہاں سے نئے مبلغ صاحب نے ایک خط حضور رضی کی خدمت میں لکھا جس سے حضور رضی نے یہ خیال کیا کہ گویا میں نے پوری محنت سے کام نہیں کیا۔ اس پر حضور پُرنور رضی نے تحریر فرمایا:۔

"مولوی محمد صادق سے پوچھا جائے
ان کی طرف سے بڑی خوشکن رپورٹیں
آتی تھیں یہ کیا لکھ رہے ہیں"

چنانچہ جب میں نے حضور پُرنور کی خدمت میں تفصیلاً عرض کیا تو حضور پُرنور کی فکر دور ہوئی۔

غلاموں کی دلجوئی فرماتے تھے

حضور پُرنور کے مشاغل اس قدر تھے کہ ہم یہ خیال بھی نہ کر سکتے تھے کہ حضور پُرنور خود اپنے ہاتھ سے ہمیں کبھی خط لکھ سکیں گے لیکن ہم نے دیکھا کہ حضور پُرنور رضی اپنے غلاموں کی دلجوئی کے لئے کبھی اپنے قلم سے بھی ان کو کچھ لکھ دیتے تھے۔ جب ہم وہ خط پڑھتے تو از حد خوشی اور راحت ہوتی۔

مَیں بے نصیب رہ گیا پیچھے وہ چل بسے

(حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

۱۰ر نومبر کی صبح سے زائرین کا تانتا لگ گیا۔ مَیں بیمار و ناتوان میرے دل کی تڑپ رنگ لائی اور ایک کار دور نومبر میرے لئے بھجوائی گئی تا مَیں آخری زیارت سے مشرف ہو سکوں۔ مَیں سرہانے کھڑا ہوا اور مَیں نے آواز سے کہا یہ وہ لب ہیں جن سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جبینِ مبارک پر بوسے کا شرف عالمِ وارفتگی میں حاصل کیا تھا اب حضور کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہوں۔ طبت حیاً و میتاً دوبار کہا اور اللّٰھم ارفع مقامه فی الجنة کہتا واپس لوٹا۔

۱۲ر نومبر جمعہ کی صبح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ینصرہ اللہ نصراً مؤزراً نے اس عاجز کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور دعا کی طرف متوجہ کیا۔ (اکمل عفا اللہ عنہ)

مَیں بے نصیب رہ گیا پیچھے وہ چل بسے
فرقت کے صدمے سہنے کو رونے کو ہُو رہے

بپتا پڑی ہے سر پہ کیا وا مصیبتا!
وا حسرتا کہ خاک شدہ آرزو سبے

پھر سے چلے نسیم یہ گلشن ہو پُر بہار
نغمے ہزار گائے یہ ویرانہ پھر بسے

بیمار و ناتواں ہیں سہارا تو دل کو ہے
موجود بالشہود ہیں یا ہم ہیں وہ خیر سے

ناصر تمہارا حافظ و ناصر رہے خدا
امیدوار فضل کریم است ہر کسے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی چند ہدایات و واقعات

(جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت اقدسؓ)

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے اِس عاجز کو ایک لمبے عرصہ تک جو تقریباً تیس سال بنتا ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرب میں رہ کر خدمتِ سلسلہ کی توفیق عطا فرمائی۔ خاکسار کو اپنی کم مائیگی اور ناتجربہ کاری کا خوب علم ہے لیکن حضورؓ کی شفقت اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔

جب جنوری ۳۵ء میں حضورؓ نے مجھے انچارج تحریک جدید مقرر فرمایا تو حضورؓ نے اپنے ساتھ کام کرنے کے ضمن میں بعض نہایت قیمتی ارشادات فرمائے جو میرے لئے اس سارے عرصہ میں مشعلِ راہ رہے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ حضور کو ان باتوں سے خاص طور پر تکلیف ہوتی ہے لہذا ان امور کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔

۱۔ جب حضور کسی امر کے متعلق ہدایات دے رہے ہوں تو حضور کے کلام کو قطع نہ کیا جائے بلکہ جب ساری بات ختم ہو جائے تو پھر اگر کسی امر کی تشریح کی ضرورت محسوس ہو تو صرف اس صورت میں کوئی بات دریافت کی جائے۔

۲۔ اگر میں چل رہا ہوں تو مجھ سے بات کرنے کی غرض سے میرے چلنے میں رُکاوٹ نہ پیدا کی جائے کہ میرا راستہ روکا جائے بلکہ ساتھ چلتے چلتے اپنی بات کی جائے۔

۳۔ ملاقات کے لئے جس قدر وقت لیا جائے اس وقت میں کام کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی جائے اگر مزید وقت کی ضرورت ہو تو یا تو اس وقت خاص اجازت لی جائے یا باقی کام کسی دوسرے وقت میں اجازت لے کر کیا جائے۔

۴۔ جس کام کے لئے وقت ملاقات کا لیا جاوے سب سے پہلے وہی کام پیش کیا جاوے۔ نہ یہ کہ اس کام کو تو آخر میں رکھا جائے اور دیگر امور کو پہلے پیش کرنا شروع کر دیا جائے۔

۵۔ جس کام کے متعلق میں کہہ دوں کہ پھر پیش ہو تو اس کو جلدی ہی موقعہ حاصل کر کے پیش کر دیا جائے نہ یہ کہ دوبارہ پیش کرنے کے لئے ہفتے یا مہینے لگا دیئے جائیں۔

۶۔ اگر میں کسی کام کے متعلق کوئی ہدایت دوں کہ یہ کام اس طور پر کیا جاوے تو جو سمجھ میں آئے

اس کے مطابق فوراً ہی اس کام کا خاکہ پیش کر دیا جائے تاکہ مجھے تسلی ہو کہ صحیح لائنوں پر یہ کام کیا جا رہا ہے یا کچھ غلط فہمی ہے۔ اور اگر کوئی غلط فہمی ہو تو اس کی فوراً اصلاح کر دی جائے۔

۷۔ اگر ملاقات کے لمبا ہو جانے کی وجہ سے نماز کا وقت آ جائے تو فوراً مجھے یاد دلا دیا جائے کیونکہ بعد میں مجھے اس احساس سے بہت تکلیف ہوتی ہے کہ احباب کو مسجد میں نماز کے لئے اس وجہ سے انتظار کرنا پڑا۔

اب میں چند واقعات درج کرتا ہوں :-

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں اولوالعزمی عطاء فرمائی تھی۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ حضور بہت تیز رفتار تھے۔ اکثر لوگوں کو حضورؓ کے ہمراہ چلنے کے لئے بھاگنا پڑتا تھا۔

(۲) پانی میں تیرنے کا موقعہ آیا تو خاکسار نے قادیان کی قریبی نہر میں خود دیکھا کہ موضع تتلے کے پل سے حضورؓ نے دوسرے احباب کے ساتھ پانی کے بہاؤ کے مطابق تیرنا شروع کیا اور دوسرے پل تک تیرتے ہی چلے گئے۔ جبکہ کئی بظاہر طاقتور نوجوان بھی ہمت ہار کر پانی میں حضورؓ کے ساتھ تیرنے کی بجائے چل رہے تھے۔ صرف ایک حضورؓ ہی تھے جو تیرتے ہوئے وہاں تک آئے تھے۔ پھر حضورؓ نے فرمایا کہ اگر حضور چاہیں تو ابھی اور کافی فاصلہ تیر سکتے ہیں۔ اس سے حضورؓ کی اولوالعزمی کا پتہ لگتا ہے۔

(۳) جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کا موقعہ آتا تو حضورؓ پُرجوش مسلسل تقریر جو معارف قرآنی اور علوم دینی و دنیوی سے پُر ہوتی تھی، کئی کئی گھنٹے فرماتے تھے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ تو حضور کی تقریر ۶½ گھنٹے تک ہوتی رہی۔

(۴) پھر ایسی لمبی تقریر دن کے بعد جماعتوں سے ملاقات کا وقت ہوتا جو رات کے بارہ ایک بجے تک ممتد ہو جاتا۔ حضور خندہ پیشانی سے ہر ایک سے مصافحہ فرما کر حالات دریافت فرماتے اور مشورے عطا فرماتے تھے۔

(۵) شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ چونکہ قادیان میں ابتداء میں دفتر تحریک جدید حضورؓ کے رہائشی کمرہ کے نیچے تھا اور ابتدائی ایام میں خصوصاً خاکسار کو بھی ۱۱½ بجے شب تک دفتر میں کام کرنا ہوتا تھا لیکن کسی ایک دن بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضورؓ کے چلنے پھرنے اور کام میں مصروفیت کا علم نہ ہوتا رہا ہو۔ کمرے میں تیز روشنی ہوتی تھی حتّٰی جب تفسیر کبیر کی سورہ یونس کی تفسیر والی پہلی جلد رات کو ۲ بجے کے قریب مکمل ہوتی تو حضور کی ہدایت کے بموجب کہ جو بھی کتاب کی پہلی جلد تیار ہو حضور کی خدمت میں فوراً پیش کی جاوے۔ جب پیش کرنے کے لئے دستک

دی تو حضور فوراً تشریف لے آئے۔ اور تیار شدہ جلد کو ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے۔

(۶) ایک دفعہ وقت کی قلت اور کام کی زیادتی کی وجہ سے حضورؓ نے ایک ہی وقت میں ۲ دو شخصوں کو کاغذات پیش کر کے ہدایات لینے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ مکرم شمس صاحب کشمیر کمیٹی کے کاغذات باری باری پیش کرتے تھے اور خاکسار تحریک جدید کے کاغذات پیش کرتا تھا اور حضورؓ باری باری دونوں کو ہدایات سے سرفراز فرماتے تھے۔

(۷) حضورؓ سب کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دینے میں بہت خوشی اور تسلی پاتے تھے چنانچہ جب بھی دستک دی گئی حضور خود تشریف لاکر دروازہ کھولتے۔ ۱۹۵۳ء میں فتنہ احرار کے موقعہ پر اس کی اہمیت کے پیش نظر حضورؓ نے اس ضمن میں ضروری خط و کتابت اور لٹریچر وغیرہ کو محفوظ رکھنے کا کام اپنے ذمہ ہی رکھا۔ ایک موقعہ پر حضورؓ نے فرمایا بھی تھا کہ فتنہ احرار کے موقعہ پر سب کام حضورؓ نے خود کئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فتنہ کا قلع قمع بہت جلد ہوگیا۔

(۸) یہ ایک حقیقت ہے کہ حضورؓ اگرچہ عام انسان تھے لیکن حضورؓ کے کاموں کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ اس خاص انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی خاص تعلق ہے اور اس کی خاص تائید اس کے شامل حال ہے۔ چنانچہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ حضورؓ کو کسی ایسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو عام حالات میں قریباً ناممکن ہوتی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے حصول کے سامان ہو جایا کرتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضورؓ کے منشاء کی تکمیل میں لگ جاتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک مبارک خواہش
ماہنامہ الفرقان کے متعلق

حضورؓ نے فرمایا:۔

"میرے نزدیک **الفرقان**
جیسا علمی رسالہ تیس چالیس
ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے
اس کی **بہت وسیع اشاعت**
ہونی چاہیئے"

(الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

ہماری تمنا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اس مبارک خواہش میں مندرج کم از کم تعداد تیس ہزار کو ایک دفعہ تو پورا کر دیں۔ قارئین کرام! آگاہ فرمائیں کہ وہ اس میں کتنا حصہ لیں گے۔

—— (ایڈیٹر)

حضرت مصلح موعودؓ کی ذرّہ نوازی کی ایک مثال

(از قلم حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری)

رپورٹ شوریٰ ۵۶ء صفحہ ۲۵-۲۶ پر حضور خلیفہ ثانیؓ فرماتے ہیں:۔

"ناصر آباد میں میری زمینوں پہ ایک دوست منشی قدرت اللہ صاحب سنوری مینیجر تھے۔ ایک دفعہ ہم زمین دیکھنے گئے۔ چونکہ سندھ میں صدر انجمن احمدیہ کی زمین تھی، اسلئے میرے ساتھ چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ اور مرزا بشیر احمد صاحبؓ بھی تھے وہاں ان دنوں گھوڑے کم ملتے تھے انہوں نے میرے لئے تو گھوڑا کسی سے مانگ لیا تھا اور دوسرے ساتھی میرے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ منشی قدرت اللہ صاحب نے باتوں باتوں میں بتایا کہ انہیں اس قدر آمد کی امید ہے۔ اس پر چوہدری صاحب اور مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس خیال سے کہ منشی قدرت اللہ صاحب کو ان کی باتوں کا علم ہو کر تکلیف نہ ہو آپس میں انگریزی میں باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص گپ ہانک رہا ہے اتنی فصل کبھی نہیں ہو سکتی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ منشی قدرت اللہ صاحب سنوری انگریزی نہیں جانتے۔ مگر دراصل وہ اتنی انگریزی جانتے تھے کہ ان کی باتوں کو خوب سمجھ سکیں۔ مگر وہ خاموشی سے ان کی باتوں کو سنتے رہے۔ جب انہوں نے باتیں ختم کر لیں تو منشی صاحب کہنے لگے آپ لوگ خواہ کچھ خیال کریں دیکھ لینا میری فصل اس سے بھی زیادہ نکلے گی جو میں نے بتائی ہے۔ آپ کو کیا علم ہے میں نے ہر کھیت کے کونوں پر سجدے کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ فصل میری محنت کے نتیجہ میں نہیں بلکہ میرے سجدوں کی وجہ سے ہوگی۔"

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر کے مبارک اثرات

(جناب مولوی محمد اسد اللہ صاحب قریشی الکاشمیری)

خاکسار کی قبولِ احمدیت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر کے مبارک اثرات کا خاص حصہ ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ سنہ ۱۹۵۲ء میں جب میں ابھی احمدی نہیں ہوا تھا اور وزارت امورِ کشمیر راولپنڈی پاکستان کی طرف سے مہاجرین جموں و کشمیر کے کیمپ مانسر ضلع کیمبل پور میں مذہبی امور کا نگران تھا تو تفسیر کبیر کی پہلی جلد میرے مطالعہ میں آئی جو کیمپ میں رہنے والے ایک مہاجر احمدی نے مجھے اپنے اس لڑکے کے ہاتھ بھجوائی جو میرے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لئے روزانہ آیا کرتا تھا۔ تفسیر کبیر کی یہ جلد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے نو رکوعوں پر مشتمل تھی۔

جب میں نے اسے پڑھنا شروع کیا تو اس میں علوم و معارف کی ایسی باتیں پائیں جو نہ میں نے عربی تفاسیر میں پڑھی تھیں، نہ اُن دینی مدارس میں سُنی تھیں جن میں سالہا سال تک میں پڑھتا رہا اور فارغ التحصیل ہوا تھا۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کی تشریح اور اسی طرح عبادت، استعانت، ہدایت، صراطِ مستقیم، منعم علیہم، مغضوب علیہم اور ضالین کی پُرلطف اور پُرمعارف تشریح اور سورہ بقرہ کے مشکل مقامات کی تفسیر اور ان کا حل دیکھ کر قلبی سکون اور روحانی سرور حاصل ہوا جاتا تھا۔ تفسیر کیا تھی لدنی علوم و معارف کا خزانہ تھا۔ اتنا شغف بڑھا کہ کھانا چھوٹ جاتا مگر تفسیر چھوٹنے نہ پاتی تھی۔ انہی دنوں پُر لذت اور خوش منظر خوابوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا جن سے ایسا محسوس کرتا کہ گویا اندر ہی اندر دل کی کھڑکی کھل گئی ہے انہی دنوں بہت سی بشارتیں ملیں

مزید احمدیہ لٹریچر کے لئے ربوہ سے خط و کتابت

تفسیر کبیر کی یہ جلد پڑھنے کے بعد مجھے جماعت احمدیہ کا مزید لٹریچر پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے ربوہ خط لکھا کہ مجھے تفسیر کبیر کی جلدیں اور بانی سلسلہ احمدیہ کی موجودہ کتب بھجوائی جائیں۔ چند دنوں میں کتب موصول ہوئیں۔ ان کتب کو میں نے پورے غور و انہماک سے پڑھنا شروع کیا۔ ان کتب کے مطالعہ کے دوران ایک دفعہ کشف میں آواز آئی "یہ کتابیں آسمانی تارے ہیں"۔

سو روپیہ کی ضمانت پر تفسیر کبیر کی ایک نایاب جلد کا مطالعہ

تفسیر کبیر کی مزید جلدوں کی تلاش میں کیمپ مانسر

ضلع کیمبلپور سے راولپنڈی چلا آیا وہاں قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی احمد کمرشل کالج (خوشنویس) جن سے میں نے اس سے قبل "آسان دینیات" اور "آسان نماز" کتابت کروا کر واقفیت حاصل کر لی تھی سے میں نے تفسیر کبیر کی مزید جلدیں لیکر پڑھیں اور جو جلدیں کسی احمدی دوست سے قیمتاً مل سکتی تھیں خرید کر مطالعہ کیں اور قرآن شریف کے مشکل مقامات حل ہوتے رہے اور گرہیں کھلتی گئیں۔

سورۂ یونس تا سورۂ کہف والی تفسیر کبیر کی جلد نایاب ہوگئی تھی اس کی تلاش ہوئی تو معلوم ہوا کہ راولپنڈی میں مکرمی ماسٹر محمد عنایت اللہ صاحب احمدی کے پاس یہ جلد موجود ہے۔ میں مکرمی قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کے تعارف سے ان سے ملا اور عرض مدعا کیا۔ کہا یہ جلد اب نایاب ہوگئی ہے اور پہلے سو سو روپیہ تک بک چکی ہے اور لوگ کتابیں لے کر واپس نہیں کرتے اسلئے میں اسے نہیں دے سکتا۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ میری طرف سے مبلغ ایک سو روپیہ زر نقد ضمانت کے طور پر پاس رکھ لیں اور تحریر لکھوا لیں کہ تفسیر کبیر کی اس جلد کی واپسی پر مبلغ ایک سو روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ میں نے یہ جلد لیکر مطالعہ کی۔ اس میں قرآن شریف کے باقی مشکل مقامات کا حل اور لطیف تفسیر دیکھ کر خوشی سے میری روح جھوم جاتی تھی اور قلب و ذہن اس طرح صاف ہوتے جاتے تھے جیسے کوئی بیمار بیماری سے شفا حاصل کرتا جائے۔

احمدیہ لٹریچر پڑھنے کی شکایت

جب میں کیمپ بانسر ضلع کیمبل پور سے کبھی کبھی راولپنڈی آیا جایا کرتا تھا تو راولپنڈی کے بعض علمی جلسوں میں احباب کے ساتھ بعض مسائل پر بحث ہو جایا کرتی تھی۔ میں بعض مسائل میں مثلاً حضرت آدمؑ کی جنت زمین پر تھی یا آسمان پر؟ عذابِ دوزخ کافروں کے لئے ابدی ہے یا غیر ابدی؟ وغیرہ میں اختلاف کرتا تھا اور کبھی تفسیر کبیر کا حوالہ بھی دے دیتا تھا۔ اس پر ان احباب نے میرے خلاف میرے اونچے افسران کے ہاں میرے احمدی لٹریچر پڑھنے کی شکایت کر دی اور شہر میں پروپیگنڈا کیا کہ یہ احمدی لٹریچر سے متاثر ہو رہا ہے۔ مہاجرین کے کیمپوں میں وزارت امورِ کشمیر راولپنڈی کی طرف سے دینی امور کے خاص مشیر شجاعت علی صاحب صدیقی سابق ملٹری اکاؤنٹنٹ جنرل پاکستان راولپنڈی ہوا کرتے تھے۔ ان احباب نے ان سے میری شکایت کی۔ اس شکایت پر مجھے راولپنڈی بلایا گیا اور مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ میں نے کہا کہ میں جماعت احمدیہ کا لٹریچر پڑھتا ہوں اسلئے کہ ایک عالم کو ہر فرقہ کا لٹریچر پڑھنا چاہیئے اور کیمپ میں ہر فرقہ کے لوگ ہیں اسلئے ان سے بات چیت کے لئے ان کا لٹریچر پڑھنا ضروری ہے تا کہ ان کے اصل عقائد سے آگاہی حاصل ہو۔ اس پر بظاہر وہ خاموش ہو گئے۔ ادھر کیمپ میں بھی بعض لوگوں نے مجھے دریدہ احمدی مشہور کر دیا تھا اور میری مخالفت شروع کر دی تھی۔

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی ادارت

سنہ ۱۹۵۲ء سے احمدیت کی تحقیقات میں اب سنہ ۱۹۵۵ء آ چکا تھا۔ جبکہ حکومت پاکستان نے عارضی آباد کاری اسکیم کے تحت مہاجرین کو مختلف اضلاع

میں آباد کرنا شروع کیا اور کیمپ بند کر دیئے گئے کیمپ کے ملازمین کو تخفیف میں لایا گیا اور خاکسار بھی تخفیف میں آیا۔ ۱۹۵۵ء میں تخفیف میں آنے کے بعد میں راولپنڈی چلا آیا جہاں مولوی غلام اللہ خان صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے زیر اہتمام شائع ہونیوالے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کا پہلا ایڈیٹر مقرر ہوا۔

جماعت اسلامی کے پیش کردہ نظریۂ "حکومت الٰہیہ" سے دستبرداری

اس وقت تک میں جماعت اسلامی کے لٹریچر اور ان کے پیش کردہ نظریۂ "حکومت الٰہیہ" سے بہت متاثر تھا۔ ان کے رسائل و اخبارات کا خریدار تھا اور نظریۂ "حکومت الٰہیہ" کا زبردست قائل تھا مگر جب میں نے تفسیر کبیر کی وہ جلد مطالعہ کی جس میں سورۃ ماعون کی تفسیر ہے اس میں الدّین کے مختلف معانی کی تشریح میں "حکومت الٰہیہ" اور "خلافت اسلامیہ" کی بھی تشریح کی گئی ہے اسے میں نے غور سے بار بار پڑھا۔ پہلی دفعہ حکومت الٰہیہ کی ایسی لطیف تشریح میرے سامنے آئی جس نے مجھے شدید طور پر متاثر کیا۔ سالہا سال سے جماعت اسلامی کے لٹریچر کے مطالعہ سے میں نے جو نظریۂ "حکومت الٰہیہ" حاصل کیا تھا اس سے مجھے ایک بڑا پیار تھا اور ہر چند طبیعت اس کے چھوڑنے پر تیار نہ ہوتی تھی مگر تفسیر کبیر میں "نظریۂ حکومت الٰہیہ" کے مطالعہ نے مجھے پیروں کے تلووں سے لیکر سر کی چوٹی تک ہلا کر رکھ دیا۔

تفسیر میں بیان کیا گیا تھا کہ حکومت الٰہیہ سیاسی اقتدار کے ذریعہ قائم نہیں ہوتی بلکہ حکومت الٰہیہ خود بخود دلوں پر قائم ہوتی ہے اور دراصل حکومت الٰہیہ عرش الٰہی پر قائم ہے جس کا ظِلّ دنیا میں قائم ہوتا ہے اور اسی ظلّی حکومت الٰہیہ کا نام "خلافت" ہے۔ اور یہ خلافت جو عرشِ الٰہی کی حکومت الٰہیہ کی ظلّ ہوتی ہے دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ماموریِن الٰہی کے ذریعہ قائم ہوتی ہے جیسا کہ ہر زمانہ میں انبیاء اور ماموریِن علیہم السلام کے ذریعہ قائم ہوتی چلی آئی ہے۔ بخلاف اس کے جماعتِ اسلامی کا نظریۂ "حکومت الٰہیہ" یہ تھا کہ وہ سیاسی اقتدار کے حصول کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔ ایک عرصہ غور کرنے کے بعد بالآخر میں جماعت اسلامی کے پیش کردہ نظریۂ "حکومت الٰہیہ" سے دستبردار ہو گیا اور تفسیر کبیر میں پیش کردہ نظریہ حکومت الٰہیہ کو قبول کر لیا۔

اب میں جماعت اسلامی سے کٹ کر جماعت احمدیہ کے بہت قریب ہو گیا تھا بلکہ ۱۹۵۶ء میں جلسہ سالانہ ربوہ پر چلا گیا اور کافی لٹریچر خرید لایا اور استفادہ کیا۔ جس دن راولپنڈی سے سپیشل ریل سے جلسہ سالانہ پر ربوہ روانہ ہونا تھا اسی رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ تشریف لائے ہیں اور گویا میں لیٹا ہوا ہوں اور وہ مجھے فرماتے ہیں "اٹھو چلو۔ اٹھو چلو" یعنی جلسہ پر چلو۔ بہرحال خدا نے مجھے ربوہ جانے کی توفیق دیدی۔ اور لوگوں نے ربوہ کے متعلق جو پروپیگنڈے کر رکھے تھے کہ وہاں یہ ہے، یہ ہے اور یہ ہے اور وہاں یوں ہوتا ہے، یوں ہوتا ہے

وغیرہ اُن میں سے کوئی بات بھی صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی صحیح تصویریں نے ربوہ میں دیکھی اور اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید سے جو عشق و محبت یہاں دیکھنے میں آیا کہیں بھی اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ گو میں نے ابھی بیعت نہیں کی تھی مگر دل سے بیعت ہو چکا تھا۔

واپس راولپنڈی آیا اور چند مزید رؤیا دیکھے۔ ایک رؤیا میں دعا کے بعد دیکھا کہ دو انسان سفید کپڑوں میں ملبوس میرے سامنے آئے جو بہت بڑے آدمی نظر آتے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا "مرزا صاحبؑ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟" کہنے لگے "کون سے مرزا صاحب؟" میں نے کہا "مرزا غلام احمد قادیانی" کہنے لگے "وہ نبی ہیں وہ نبی ہیں"۔ اس سے مجھے مزید تسلی ہوئی۔

مختصر یہ کہ بالآخر ۱۹۵۹ء کے اواخر میں بیعت فارم پر کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گیا۔ اس طرح سابق زندگی سے نکل کر میں نے گویا ایک نیا جنم حاصل کر لیا اور ایک لمبے عرصہ کی ذہنی کشمکش اور نظریاتی بے چینی کے بعد خدا کے فضل سے مجھے اطمینانِ قلب اور روحانی سکون حاصل ہو گیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ❊

فضلِ عمرؓ کا دیوانہ

(جناب حسن رہتاسی مرحوم)

لذتِ دردِ فراقِ شمع پروانے سے پوچھ
گیر و دارِ بے خودی ہشیار و مستانے سے پوچھ
عظمتِ "دارالامان" اور "شوکتِ فضلِ عمرؓ"
یا حسنؔ سے یا کسی ایسے ہی دیوانے سے پوچھ

(مرسلہ مرزا محمد صدیق تعلیم الاسلام کالج)

تیرے بغیر

(نتیجۂ فکر جناب حکیم سید عبد الہادی صاحب)

کس طرح زندہ رہوں تو ہی بتا تیرے بغیر
اے مسیحا مر رہا ہوں بے دوا تیرے بغیر

تیرے دم سے تھی چمن میں ہر طرف اک تازگی
گلشنِ دل کا شجر مرجھا گیا تیرے بغیر

تیرے اخلاقِ کریمہ کے ہزاروں تھے اسیر
کون پہنے گا یہاں زنجیرِ پا تیرے بغیر

خُلق اور احسان میں اپنے پدر کا تھا نظیر
ہر بشر مجروح دل اب ہو گیا تیرے بغیر

آہ تیرے غم میں اب ہادیؔ کا دل مجروح ہے
کس طرح ہو گی بھلا اس کو شفا تیرے بغیر



حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کا اشاعتِ اسلام کیلئے غیر معمولی جذبہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ÷ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(جناب شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکیزہ سیرۃ اور نیک کردار کے کئی پہلو ہیں اور ان میں سے ہر ایک پہلو بلاشک وشبہ ایک مستقل اور ضخیم کتاب ہے۔ میں سیدنا حضرت خلیفۃ الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جذبہ کے متعلق جو آپ کے دل میں اشاعتِ اسلام اور احیاءِ دین اور قیام شریعتِ قرآن کے لئے پایا جاتا تھا چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؓ کی زندگی اور آپ کی سیرۃ و کردار پر جہاں تک غور کیا جائے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دل و جان سے بڑھ کر عزیز اور پیارا صرف اور صرف یہی ایک مقصد تھا کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت ہو، دین کا احیاء ہو اور شریعتِ اسلامیہ کا قیام اور استحکام ہو۔ اور اس مقصد کے لئے آپ نے ابتداء بچپن سے لیکر زندگی کے آخری لمحات تک بے حد جدوجہد کی اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس بے چینی اور اضطراب کا نہایت خوبصورتی سے نقشہ کھینچا ہے جو آپ کے دل میں لوگوں کی ہدایت اور بھلائی کے لئے پایا جاتا تھا۔ فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ کیا آپ اس وجہ سے کہ لوگ ہدایت کو تسلیم نہیں کرتے اور حق و صداقت کو قبول نہیں کرتے اپنے آپ کو ان کی خاطر ہلاک کرلیں گے۔ اس میں جہاں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اضطراب کا جو لوگوں کی ہدایت کے لئے آپ کے دل میں پایا جاتا تھا ذکر فرمایا ہے وہاں اس میں یہ بھی بیان کیا کہ حضور کی جدوجہد اور سعی کا یہ سلسلہ اس قدر وسیع اور عریض ہے کہ جو انسان کے لئے عام حالات میں ناقابلِ برداشت ہے۔

چونکہ حضرت خلیفۃ الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آقا و مولیٰ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت و عشق تھا اور آپ کے جذبات بھی حضورؐ کے ساتھ وارفتگی کی حد تک پہنچے ہوئے تھے اسلئے آپ کی ہر دم یہ کوشش ہوتی تھی کہ حضورؐ کے اسوہ پاک کو اختیار کریں اور اس کو ہر حالت میں اپنائیں۔ حضورؐ کے اسوہ کو اختیار کرتے ہوئے آپ کے دل کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ لوگوں کی ہدایت کے لئے آپ بے چین تھے۔ ان کی ہدایت کے لئے آپ میں ایک خاص تڑپ

پائی جاتی تھی اور ایک جنون کی کیفیت تھی کہ لوگ صداقت اسلام کو قبول کر لیں اور توحید کو اختیار کر لیں اور قرآن کریم کی حکومت کو دل و جان سے تسلیم کر لیں ۔ اس غرض کے لئے آپ نے بچپن سے ہی جد و جہد شروع کی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گود میں آپ نے پرورش پائی اور آپ کی خاص نگرانی میں آپ پروان چڑھے۔ حضورؑ کی شب و روز کی دعاؤں کے نتیجہ میں آپ کے دل میں اسلام کی اشاعت اور توحید کے قیام اور دین کے احیاء کا جذبہ کُوٹ کُوٹ کر بھر دیا گیا تھا ۔ پھر حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا کی پُر شفقت گود میں آپ نے پرورش پائی جس نے آپ کے دل و دماغ پر اسلام کی خدمت کے جذبہ کو مستولی کر رکھا تھا ۔ آپ عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی تھے کہ تشحیذ الاذہان کی انجمن قائم کی ۔ رسالہ کی اشاعت شروع کی اور اعلیٰ درجہ کے مضامین جو اسلامی حقائق پر مشتمل تھے لکھنے شروع کئے ۔ ان مضامین کو ایک دفعہ جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم امیر غیر مبایعین نے دشمنانِ احمدیت کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے طور پر پیش کیا اور لکھا کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے کہ جس نوجوان کے اِس زمانہ آغاز میں یہ جذبات ہیں اور اسلام کے ساتھ ایسے یہ شیفتگی اور وارفتگی ہے اور جس کے دل و دماغ سے اس قسم کے حقائق و معارف منصۂ شہود پر آ رہے ہیں اس کے باپ کے تقدس اور عرفان کی کیا شان ہوگی۔

اشاعتِ اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مدرسہ احمدیہ کو ایک بنیادی ادارہ کے طور پر قائم کیا ۔ جب حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خیال پیدا ہوا کہ علماء دن بدن کم ہو رہے ہیں ۔ اس سے اشاعتِ اسلام کے کام کو بڑا سخت نقصان پہنچے گا اور دین کی اشاعت کا کام کہیں بند نہ ہو جائے آپؑ نے دینی تعلیم کے لئے مدرسہ جاری فرمایا لیکن حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد اس وقت کے بعض اکابر نے جن میں مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین ، خواجہ کمال الدین صاحب ، شیخ رحمت اللہ صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب جیسے افراد شامل تھے اس رائے کے تھے کہ دینی مدرسہ کو بند کر دیا جائے اس سے ضیاعِ مال اور ضیاعِ وقت ہوگا اور اس کی بجائے انگریزی سکول میں دینیات کی تعلیم کا بندوبست کر دیا جائے ۔ اس غرض کے لئے مسجد مبارک میں ایک جلسہ کیا گیا ۔ خواجہ صاحب مرحوم نے اپنی زوردار تقریر کے اثر سے سب سامعین کو متاثر کر رکھا تھا اور اس بات کیلئے تیار کر لیا تھا کہ مدرسہ احمدیہ کو بند کر دیا جائے ۔ اتنے میں حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ جو ابھی جوانی کے آغاز میں ہی تھے لیکن دل و دماغ کے لحاظ سے پُرانے اکابرین سے کہیں بڑھ کر عظمت کے مالک تھے آ گئے ۔ اس کیفیت کو دیکھ کر جو اسوقت کی مجلس سے نمایاں تھی آپ نے ایک بہت بڑے خطرہ کو بھانپ لیا اور آپ نے محسوس کیا کہ یہ طریق ایسا ہے کہ اس سے اشاعتِ اسلام کے کام کو سخت نقصان پہنچے گا ۔ چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر اس جذبہ کے پیشِ نظر ایک پُر تاثیر زبردست تقریر ارشاد فرمائی جس میں اِس بات کا ذکر کیا کہ آئندہ آنیوالا مؤرخ جب اسلام کے ابتدائی دور اور مسیح موعودؑ کے دور کا موازنہ کریگا

تو کس تأسف سے یہ بات بیان کرے گا کہ ابتدائی دور میں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کبار کے اس مشورہ کو رد کر دیا اور اس لشکر کو جسے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی قیادت میں بھجوانے کا فیصلہ کیا تھا بوجہ ارتداد کے فتنہ کے بھی روکنا پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ابوبکر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ جو مہم حضور پُر نورؐ نے اپنے آخری دنوں میں تیار کی تھی اور جس کے بھجوانے کا فیصلہ کیا تھا اسکو روک سکے۔ بہرحال یہ مہم پایہ تکمیل تک پہنچے گی اور حضرت اسامہؓ کی قیادت میں لشکر جائے گا۔ چنانچہ وہ لشکر بھیجا گیا اور اس سے اسلام کو بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور کی یہ کیفیت ہے کہ آپ نے اپنے آخری دنوں میں اشاعتِ اسلام کے لئے مدرسہ جاری فرمایا آپ کے صحابہ نے اس کو بند کر دینے کا فیصلہ کیا۔ حضورؓ کی اس پُر اثر تقریر کے درد سے بھری ہوئی تقریر کا مجلس پر ایک خاص اثر ہوا جس کے نتیجہ میں خود خواجہ صاحب نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہمارا یہ مطلب نہ تھا اور مجلس کے باقی احباب نے مذکورہ اکابرین کی رائے کے خلاف حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ مدرسہ احمدیہ کو بند نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ یہ بات ظاہر ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لئے اس ادارہ نے سینکڑوں علماء تیار کئے جنہوں نے حضرت خلیفہ ثانیؓ کی قیادت اور ہدایت پر اشاعتِ اسلام کا کام بے نظیر رنگ میں اکناف عالم تک انجام دیا۔ مجھے خوب یاد ہے لاہور کے ایک غیر مبائع دوست نے ایک دفعہ یہ بات کھل کر کہی تھی کہ اُن سے بڑی بھاری غلطی یہ ہوئی کہ علماء کے تیار کرنے کے لئے انہوں نے کوئی ادارہ قائم نہ کیا۔ لیکن حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے اس ادارہ کی ترقی کے لئے جد و جہد فرمائی اور مدرسہ سے جامعہ تک اسے پہنچایا۔ یہ ساری جد و جہد محض اور محض اشاعتِ اسلام کے جذبہ کے پیش نظر تھی۔

اسی طرح آپ نے اشاعتِ اسلام کے کام کو اعلیٰ طریق پر انجام دینے کے لئے اور وسیع طور پر اس کام کو کرنے کے لئے اور منظم اور مستقل طور پر چلانے کیلئے مختلف ادارے قائم کئے۔ وقفِ جدید، تحریکِ جدید اور صدر انجمن کے ادارے خالصۃً اور کلیۃً اشاعتِ اسلام کے کام کو ہر حالت میں جاری رکھنے کیلئے کھولے۔ اعلیٰ تعلیم کے کالج اور سکول بھی اشاعتِ اسلام کے جذبہ سے ہی آپ نے جاری فرمائے تا دینی ماحول میں رہ کر آئندہ نسل اسلام کے رنگ میں رنگین ہو سکے یہی وجہ ہے کہ ان اداروں کے طالب علم خدا کے فضل سے اشاعتِ اسلام اور احیاءِ دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر یہاں سے جاتے ہیں اور جہاں جہاں اب اپنے کام کے سلسلہ میں مقیم ہوئے ہیں اس فریضہ سے غافل نہیں ہوتے۔

غلبۂ اسلام کی جد و جہد میں آپ نے قرآنی دلائل اور اسلامی براہین کو دوسرے ادیان کے مقابلہ میں بڑے مؤثر رنگ میں اپنے خطبات میں، اپنی تقریروں میں، اپنی تحریروں میں کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اس مقصد کیلئے ہزاروں کتب کا مطالعہ آپ نے کیا۔ سنہ ۱۹۴۹ء کی بات ہے مشرقی افریقہ سے خاکسار کچھ عرصہ کیلئے رخصت پر آیا۔ جامعہ احمدیہ کی عمارت میں جو اُن دنوں کچی دیواروں پر مشتمل تھی ایک دعوت کے موقعہ پر حضور پُر نور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اشاعتِ اسلام اور احیاءِ دین کیلئے قرآن کریم، احادیث

اور دیگر کتب اور لٹریچر کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اور اس ضمن میں اپنے متعلق بتایا کہ اس وقت تک باوجود شدید مصروفیات کے ۲۰ ہزار کتب کا آپ نے مطالعہ کیا ہے۔ یہ مطالعہ اس غرض سے تھا کہ اسلام کے خلاف کس کس رنگ میں حملے کئے جاتے ہیں ان کا کس طرح ازالہ اور دفاع کیا جائے۔ اسلام کی برتری کے لئے کن کن امور کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی جو تفاسیر لکھی ہیں اور جو درس آپ نے دیئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا مطالعہ کس قدر وسیع اور کس قدر گہرا تھا۔ یہ مطالعہ اس وجہ سے تھا کہ تا آپؓ اسلام کی عظمت کو دیگر فلسفوں اور ادیان پر ثابت کریں۔ غیر ممالک میں مبلغین اسلام کا بھجوانا اور غیر ملکی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور کتب چھپوانا بھی اسی غرض سے ہی تھا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی حکومت میں ہر قوم اور ہر زبان کے بولنے والوں کو شامل کیا جائے اور اسلامی جھنڈے کے نیچے سب اقوام کو اکٹھا کیا جا سکے تا ساری دنیا کا ایک ہی دین، دین اسلام ہو اور ایک ہی قادر مطلق خدا ہو اور ایک ہی مطاع یعنی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

لاکھوں روپے کے خرچ سے غیر ملکوں میں شاندار مساجد، کفر و الحاد کے مراکز میں اسلامی ادارے اور توحید کے مینارے اسی غرض کے لئے بنائے گئے تا اللہ تعالیٰ کی توحید سے دنیا آشنا ہو اور اسلام کی اشاعت علی الوجہ الاتم دنیا میں ہو سکے۔

وقتاً فوقتاً مبلغین کو تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے جو زرّیں ہدایات آپؓ کی طرف سے دی گئیں وہ بھی اس بات کو الم نشرح کر رہی ہیں کہ حضور رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام کے کام سے خاص لگاؤ تھا۔ آپؓ اپنی زندگی کا یہی ایک مقصد سمجھتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح دنیا میں دین اسلام کو عظمت نصیب ہو اور دین اسلام کی برتری ادیان عالم پر قائم ہو جائے۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ منظوم کلام اس تڑپ پر کیسی شاندار گواہی دے رہا ہے ؎

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
رُوئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

خدا کی قسم۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ مجسم اشاعت اسلام تھے۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا اشاعت اسلام کی غرض سے تھا۔ آپ کا چلنا پھرنا اشاعت اسلام کے جذبہ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ آپ کی تمام تحریریں، تقریریں، آپ کی تمام تفسیریں اور تقریظیں خالصۃً اشاعت اسلام کے لئے تھیں۔ آپؓ کا بچپن سے لے کر وفات کے آخری لمحات تک یہی کام رہا۔ اور زمین و آسمان اور اکناف عالم اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ نے اپنے آقا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنا سب کچھ اشاعت اسلام اور احیاء دین اسلام کے لئے وقف رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات کو بلند کرے اور آپؓ کے نیک کردار کو اپنانے کی ہم سب کو توفیق دے۔ آمین +

اے فضلِ عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کریگا

(جناب چودھری عبد السلام صاحب اختر ایم۔ اے)

اس دہر کا ہر پیر و جواں یاد کرے گا
اے فضلِ عمرؓ تجھ کو جہاں یاد کرے گا

پائے گا وہ خود اپنی زباں میں بھی لطافت
جو بھی ترا اندازِ بیاں یاد کرے گا

اے صاحبِ اعجازِ قلم! تجھکو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کرے گا

ہر اہلِ سخن۔ اہلِ نظر۔ اہلِ تفکر
حسنِ نظر و فکر و بیاں یاد کرے گا

اے کوہِ وقار! عظمتِ انساں کے پیکر!
عظمت کو تیری کوہِ گراں یاد کرے گا

القصہ ترے فیض، ترے جُود و کرم کو
جو شخص۔ جہاں ہوگا۔ وہاں یاد کریگا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کلام اللہ کے مرتبہ کا اظہار

(جناب مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب فاضل ربوہ)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک ایسے عظیم الشان انسان تھے جو ہزاروں سال بعد دنیا میں آتے ہیں۔ آپ کے وجود کی عظمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ طالمود جو یہود کی احادیث کی کتاب ہے اس میں آپ کی آمد کی خبر دی گئی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مسیح موعودؑ کی خبر کے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا: یتزوّج ویُولد لہٗ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)۔ یعنی مسیح موعود اس دنیا میں مبعوث ہوں گے اور آپؑ کو ایک عظیم الشان لڑکا آپؑ کے مشن کو مکمل کرنے کے لئے عطا کیا جائے گا۔ پھر اُمتِ محمدیہ میں متعدد اولیاء اور بزرگان نے آپ کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پا کر آپ کے وجود کی برکات کی طرف اشارہ کیا۔ ان پیشگوئیوں کے ظہور کا وقت جب قریب آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مفصل طور پر ایک عظیم الشان لڑکے کے آپ کے ہاں پیدا ہونے کی خبر دی۔ اور اس عظیم الشان انسان کے دنیا میں بھیجے جانے کی غرض وغایت یہ بتائی "تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"

پھر حضورؓ کے متعلق جن اوصاف کی خبر دی گئی اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی

سے پُر کیا جائے گا۔"

مجھے سنہ ۱۹۲۳ء سے آپ کے وصال تک آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا اور میں نے نہایت قریب ہو کر دیکھا کہ جن اوصاف کی آپ میں پائے جانے کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی تھی وہ سب صفات آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اسی طرح آپؓ کے دنیا میں بھیجے جانے کی جو اغراض بیان کی گئی تھیں وہ بھی پورے طور پر آپ کے وجود سے پوری ہوئیں۔ آپ کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ آپ کے ذریعہ سے کلام اللہ کا مرتبہ دنیا میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے قرآن مجید کی ایسی تفسیر لکھوائی کہ قرآن مجید کی حقانیت دنیا پر واضح ہوگئی اور اس پر کئے جانے والے اعتراضات کے ایسے جوابات دیئے جن سے قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کا کھلا کھلا ثبوت ملتا تھا۔ آپ کو قرآن مجید کا خاص علم دیا گیا تھا جو آپ نے کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی عطا فرمایا تھا۔ اور "تفسیر کبیر" اور "تفسیر صغیر" رہتی دنیا تک بیانگ دہل اعلان کریں گی کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی تھی کہ اس کے ذریعہ سے کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہوگا اور وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا پوری شان کے ساتھ دنیا کے سامنے آئی۔

سیدنا حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو علم القرآن دیا گیا تھا اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے مختلف مواقع پر علماء کو تفسیر قرآن میں مقابلہ کا چیلنج دیا مگر کسی کو اس چیلنج کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"میں نے قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا اور اس سے فائدہ اٹھایا اور اب اس قابل ہوا کہ تمام مخالف علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ کوئی آیت لیکر مجھ سے تفسیر کلام الٰہی میں مقابلہ کر لیں۔ میں انشاء اللہ تائید الٰہی سے اس کے ایسے معنے بیان کرونگا کہ تمام دنیا حیران رہ جائے گی۔"

(مصباح ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:-

"قرعہ نکال کر کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو اور مجھے نہ بتاؤ پھر میرے مقابلہ میں آکر تفسیر لکھو دنیا فوراً دیکھ لیگی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔"

(الفضل ۷ مارچ ۱۹۳۰ء)

حضورؓ نے فضائل القرآن پر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کئی لیکچر دیئے اور ان کے ذریعہ سے قرآن مجید کی عظمت کو دنیا پر ظاہر و باہر کر دیا۔ آپ نے ان لیکچروں میں فرمایا:-

"قرآن کریم کو وہ عظمت حاصل ہے
جو دنیا کی اور کسی کتاب کو حاصل نہیں
اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کی
مذہبی کتاب بھی اس فضیلت کی حامل
ہے تو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے
سامنے آئے - اگر کوئی وید کا پیرو
ہے تو وہ میرے سامنے آئے، اگر
کوئی تورات کا پیرو ہے تو وہ میرے
سامنے آئے، اگر کوئی انجیل کا پیرو
ہے تو وہ میرے سامنے آئے اور
قرآن کریم کا کوئی ایسا استعارہ
میرے سامنے رکھ دے جس کو میں
بھی استعارہ سمجھوں پھر میں اس کا
حل قرآن کریم سے ہی پیش نہ کر دوں
تو وہ بے شک مجھے اس دعویٰ میں
جھوٹا سمجھے لیکن اگر پیش کر دوں تو
اُسے ماننا پڑے گا کہ واقعہ میں
قرآن کریم کے سوا دنیا کی اور کوئی
کتاب اس خصوصیت کی حامل نہیں۔"

آپؓ کو نہ صرف یہ کہ قرآن مجید کے ساتھ فطرتی لگاؤ تھا اور آپ کو قرآن مجید کا اتنا علم دیا گیا تھا کہ وہ آپ کے لئے ایک کھلی تفصیلی کتاب تھی۔ بلکہ آپ کے اندر قرآن مجید کے علوم کو بیان کرنے کا ایک جوش تھا۔ اور آپ چاہتے تھے کہ لوگ قرآن مجید کے علوم سے واقف ہوں اور اس کے حسن کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں - اسی طرح آپ کے دل میں قرآن مجید کی اشاعت کی انتہائی تڑپ تھی۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم متعدد ملکوں میں شائع ہو کر لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے۔ آپ کا عشقِ قرآن اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے سنہ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ منتخب ہوتے ہی قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا۔ اور پھر جماعت میں اس کے علوم کو عام کرنے کے لئے سنہ ۱۹۲۸ء میں پانچ پاروں کا درس ایک مہینہ میں دیا اور اس کے لئے ایسی محنت شاقہ اٹھائی کہ جس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پہلے آپ درس کے لئے نوٹ لکھتے گھنٹوں گرمی کے ایام میں اس کو لوگوں کے سامنے بیان فرماتے۔

تفسیر کبیر سورۃ یونس تا کہف جب سنہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تو یہ ضخیم کتاب چند مہینوں میں آپؓ نے تیار کی اور اس کے لئے دن رات ایک کر دیا یہاں تک کہ آپ ساری ساری رات بھی کام کرتے اور تین چار مہینہ کے عرصہ میں قرآن مجید کی یہ عظیم تفسیر تیار ہو گئی - اسی طرح تفسیر کبیر کی باقی جلدوں میں بھی جو درس کے ذریعہ تیار ہوئیں آپ کے عشقِ قرآن کا پتہ لگتا ہے - اپنے بیماری کے ایام میں اپنی صحت کا خیال نہ رکھتے ہوئے بھی آپ قرآن مجید کے نوٹ سنتے اور ان میں تصحیح کرواتے۔ تفسیر صغیر کی تیاری میں جو آپ نے محنت کی اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضورؓ روزانہ صبح ۸ بجے سے لیکر ڈیڑھ بجے تک کام کرتے حالانکہ ڈاکٹروں نے اتنی محنت سے

پرہیز کرنے کے لئے کہا تھا۔ بعض اوقات کام کے دوران دوپہر کے کھانے کا وقت آتا اور آپ کو اطلاع دی جاتی تو آپ اس کا خیال بھی نہ فرماتے بلکہ قرآن مجید کے کام میں مشغول رہتے یہاں تک کہ آپ کے اہل بیت کی طرف سے یہ اصرار ہوتا کہ ڈاکٹروں نے وقت پر کھانا کھانے کی ہدایت کی ہے اس پر حضورؓ کھانے کے لئے اُٹھتے۔

وہ لوگ جو قرآن مجید کی عام تفسیریں پڑھ کر دین سے بدظن ہو چکے تھے جب انہوں نے حضورؓ کی لکھی ہوئی تفاسیر کو پڑھا تو وہ بے اختیار پکار اُٹھے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور یہ کہ جس طرح اس نے اپنا جلوہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ کے زمانہ میں دکھایا تھا اب بھی وہ اُسی طرح اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ چنانچہ مکرم سید جعفر حسین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی حیدر آباد دکن جنہوں نے قرآن مجید کی متعدد تفاسیر مطالعہ کی تھیں اُن کے بعد تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا تو آپکے اندر ایک نیا نور پیدا ہوا اور انہوں نے یوں سمجھا کہ انہوں نے اپنے مقصدِ زندگی کو پالیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"میں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ شروع کیا ....

تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا

اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔

تفسیر کبیر پڑھ کر میں اسلام سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔"

اسی طرح ہندوستان کے مشہور اہل قلم اور محقق ادیب علامہ نیاز فتحپوری جو دقیق النظر بھی ہیں تفسیر کبیر کے مطالعہ کے بعد اپنی رائے لکھتے ہیں :-

"تفسیر کبیر جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اسکی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۂ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰؤلاء بناتی کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپکو تادیر سلامت رکھے۔"

الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق جو یہ فرمایا تھا کہ اس کے ذریعہ سے کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوگا پوری آب و تاب سے پورا ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضورؓ کے فیوض سے دنیا کو بہرہ ور کرے تا تمام دنیا قرآنی نور سے منور ہو جائے۔ اللّٰھم آمین +

پیارے مصلح موعودؓ کی یادیں!

(جناب خواجہ عبد المومن صاحب از دارہ ضلع لاڑکانہ)

بعض وجود ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرچشمۂ فیض اور منبع روحانیت ہوتے ہیں۔ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اور ان کی ذات بہت سی برکات کا حامل ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں ایک روشنی کا مینار ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے لئے سراسر رحمت کا موجب ہوتے ہیں۔ انہیں وجودوں میں سے ایک ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی سنّت کے مطابق ایک بہت لمبا عرصہ تک خلافت کا فریضہ نہایت کامیابی کے ساتھ ادا کرنے کے بعد ماہ نومبر کے پہلے عشرہ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کے وجود کے ساتھ احمدیوں کو جس قدر عقیدت اور محبت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ جب احمدیوں نے اپنے پیارے آقا کی وفات کی خبر سُنی تو صدمہ سے پاگل ہو گئے۔ اکثر لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ ہر دل غمگین تھا۔ ہر آنکھ آنسوؤں سے تر تھی۔ اپنے روحانی باپ کی وفات سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ اب میں یتیم ہو گیا ہوں۔ اپنے پیارے محسن اور دل و جان سے پیارے آقاؓ کی آخری زیارت اور ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے دیوانہ وار مرکز کی طرف دَوڑ پڑے۔ سفر کے دَوران ہر دل سے یہ دعائیں نکل رہی تھیں کہ اے خدا! اے قادرِ مطلق! ہمیں آخری بار اپنے پیارے آقا کا پُر نور چہرہ دیکھنے کا موقعہ عطا کر اور ان کے جنازہ میں شریک ہونے کی توفیق عطا فرما۔ موٹریں اور گاڑیاں عقیدت مند احمدیوں سے پُر تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے جلسہ سالانہ پر لوگ جا رہے ہیں۔ لوگ ہر طرف احمدیوں کے ہجوم کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ ہر بس سٹاپ پر، ہر اسٹیشن پر، ہر گاڑی میں، ہر بس میں احمدی ہی احمدی نظر آتے تھے۔ لوگوں کو کیا معلوم تھا، ان کو اس وجود کی کیا خبر تھی۔ یہ وہ وجود تھا جو پچاس برس تک عیسائیت کیلئے زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ یہ وہ قیمتی وجود تھا جس کے سانس سے شیاطین مُردہ ہوئے۔ یہ وہ وجود تھا جو عالمِ اسلامی پر سورج بن کر چمکتا رہا اور اپنی کرنوں سے مُردہ دلوں کو زندگی بخشتا رہا۔ یہ وہ قیمتی لعل تھا جس کے وجود سے چھُونے کی وجہ سے ہزارہا انسانوں نے زندہ

خدا کا چہرہ دیکھا۔ ہاں یہ وہ اسلام کا بطلِ جلیل تھا جس نے اپنے دورِ خلافت میں اسلام کے جھنڈوں کو دنیا کے کونے کونے میں گاڑ دیا۔ یہ وہ روحانی وجود تھا جس کی دعائیں پچاس سال تک بنی نوع انسان کے دکھوں اور دردوں اور تکلیفوں کا مداوا بنتی رہیں۔ آہ! افسوس صد افسوس!! دنیا نے اس وجود کو نہ پہچانا۔ آہ افسوس! دنیا نے اس وجود کی قدر نہ کی۔ مبارک ہیں وہ جو اس کے دامن سے وابستہ ہوئے اور جنہوں نے اس وجود کی قدر کی۔ ہمارے پیارے آقا رضی اللہ عنہ نے اپنی عینِ حیات میں یہ شعر فرمایا تھا ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اللہ تعالیٰ کی کروڑوں برکات ہوں اس وجود پر اور اس کی لامتناہی رحمتیں ہوں اس مظہر پر جس نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو اسلام و احمدیت کی خدمت کے لئے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے وقف کرنا اپنا فخر سمجھا۔ اے خدا ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم اپنے پیارے محسنؓ کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کر سکیں۔ اے خدا ہمیں اپنے پیارے بندہ محمودؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کر۔ اے خدا ہم سب احمدیوں کو اسلام کا سچا سپاہی اور اپنی توحید کا منادی بنائیو۔ اے ہمارے ربّ العزّت! ہم سب احمدیوں کو اپنے پیارے آقا کی وفات سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کی وجہ سے ابھی تک ہمارے دل زخمی ہیں۔ تو ہمیں صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرما اور ہمارے پیارے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دعا کو ہمارے حق میں قبول فرما ؎

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

آمین +

مسیح پاکؑ کے لختِ جگر کی رحلت

(جناب سرفراز علی صاحب واہ چھاؤنی)

کیا بتاؤں دل پہ کیا گزری سُنی جب یہ خبر
ہو گیا رخصت مسیحِ پاکؑ کا لختِ جگر

وہ کہ شہرت جس کی دنیا کے کناروں تک ہوئی
وہ کہ جس سے برکتیں پاتے رہے لاکھوں بشر

وہ کہ جس کو فکرِ دیں سے نیند بھی آتی نہ تھی
وہ کہ جو مصروف رہتا رات دن شام و سحر

وہ کہ جو عشقِ رسولِ پاکؐ میں سرشار تھا
وہ کہ جو کرتا رہا دیں کی اشاعت عمر بھر

جو کہ علم و معرفت کا اک خزانہ دے گیا
احمدی نازاں رہیں گے جس کی تصنیفات پر

حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ کی یاد میں عقیدت کے چند پھول

(محترم جناب ڈاکٹر محمد رمضان صاحب پنشنر ربوہ)

"دیر آمدہ زرہ دور آمدہ" کے مطابق وہ طوطیٔ خوشنوا اور بلبلِ سنج صدیوں کے انتظار کے بعد آسمانی پہنائیوں سے اُفقِ مشرق پر نمودار ہوا اور نصف صدی سے زیادہ چہچہا کر اور عشّاق کے دلوں کو رِجھا کر اپنے قفسِ نعظر آسمان کی طرف چلا گیا تا اپنے مولےٰ کے حضور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں کامیابی کا تاج پہنے۔ اے فخرِ رسل! مبارک صد مبارک! کہ تو نے اپنے عہد کو ایسی خوبی سے نبھایا کہ اپنی جان تک قربان کر دی۔ آنے والی نسلیں قیامت تک اس سے سبق حاصل کرتی رہیں گی کیونکہ گوہرِ مقصود محض قیل و قال سے نہیں بلکہ لاتعداد اور پیہم قربانیوں سے حاصل ہوتا ہے۔ مسلمان اگر چاہیں تو اس مسلک کو اختیار کر کے اب بھی اپنی قسمت کو اللہ تعالیٰ کی اعانت سے بدل سکتے ہیں۔

حضرت فضلِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلسِ علم و عرفان کا جو درحقیقت دنیا کی ایک بے مثال عملی تربیت گاہ تھی جب خیال آتا ہے تو دل دھک سے رہ جاتا ہے۔ یہ شیریں مقال قرآن خواں اور شعلہ نوا مقرر جب ہزارہا افراد کے مجمع کو مخاطب کرتا تو وہ سماں دیکھنے کے قابل ہوتا۔ حضورؓ کے دہنِ مبارک سے عرفانِ الٰہی کے پُر مہک و بوقلموں پھول جھڑ جھڑ کر بے قرار و بے تاب عشّاق کی جھولیاں بھر دیتے جو رہتی دنیا تک اُن کے لئے مایۂ حیات ثابت ہوں گے۔ اس مسحور کُن چھ چھ سات سات گھنٹہ کی خطابت سے جو عام لوگوں کے لئے صبر آزما ہوتی ہے خدائی شمع کے پروانوں کی جو حالت ہوتی وہ سخت سے سخت دلوں کو بھی نرم کر دیتی۔ ان کی آنکھوں سے محبت کے آنسو رواں ہوتے اور دل عقیدت کے پھول نچھاور کرتے تھے۔

حضورؓ کا درس القرآن تفسیر کبیر کی صورت میں جو کلام اللہ کی عظمت کی جیتی جاگتی تصویر ہے فضائل القرآن اور سیرِ روحانی کی معرکۃ الآراء تقاریر قیامت تک آپ کی یاد کو دلوں سے محو نہیں کر سکتیں۔ امید ہے باقیماندہ تفسیر کبیر کے لیے حضورؓ کے درس القرآن کے نوٹ محفوظ ہونگے جو انشاء اللہ ترتیب دینے کے بعد شائع ہو جائینگے اگر کسی اور دوست کے پاس یہ نوٹ ہوں تو وہ انچارج صاحب شعبۂ زود نویسی سے انکی ضرورت دریافت کر کے انہیں بھیجدیں تا تفسیر کی جلد سے جلد تکمیل ہو کر حضورؓ کی پاکیزہ روح کو مزید [illegible]

حضرت خلیفہ ثانیؓ کی روحانی تربیت کا پھل

(پروفیسر جناب قاضی محمد بشیر صاحب تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں)

جماعت کو خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

"خلافت ایک الٰہی نعمت ہے کوئی نہیں جو اس میں روک بن سکے۔ وہ خدا تعالیٰ کے نور کے قیام کا ذریعہ ہے۔ جو اس کو مٹانا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو مٹانا چاہتا ہے۔ ہاں وہ ایک وعدہ ہے جو پورا تو ضرور کیا جاتا ہے لیکن اس کے زمانہ کی لمبائی مومنوں کے اخلاص سے وابستہ ہے۔"

(الفضل ۲۲ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

پھر جماعت کو خلافت کی برکات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:-

"اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اس جہان میں بھی اونچا کرے۔"

(الفضل ۲۰ر مئی ۱۹۵۹ء)

پھر کتنا مبارک وہ عہد تھا جو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہزاروں احمدیوں کو کھڑا کر کے عہد لیا گیا تا نظام خلافت کی حفاظت احمدیوں کے قلوب میں میخ کی طرح گڑ جائے۔

"اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک

کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول کیلئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرکے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جد و جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے۔ اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔ اللّٰھم آمین۔

(الفضل ۱۶؍ فروری سنہ ۱۹۶۶ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے احسانوں میں سے یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے ہمیں قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اقوال کی روشنی میں ضرورتِ خلافت، برکاتِ خلافت، منصبِ خلافت، خلافتِ حقہ کے فوائد اور خلافت کے چھن جانے میں نقصانات کے بارے میں اس شرح و بسط سے آگاہ کیا کہ ہم یقینِ محکم کے حامل بن گئے اور آج ہر احمدی خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ حضورؓ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق اس پختہ ایمان پر قائم ہے کہ

- خلافت ہی اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سربلندی کا ذریعہ ہے۔
- ہر قسم کی دینی و دنیوی، ملی و قومی ترقیات خلافت سے وابستہ ہیں۔
- خلیفہ در اصل خدا بناتا ہے۔ گو اس کا انتخاب لوگ کرتے ہیں۔
- خلیفہ کو معزول نہیں کیا جا سکتا اور اس کے احکام کا انکار فسق ہے۔
- خلافت نبوت کا تتمہ ہے اور اس کے احکام کی اطاعت ضروری اور لابدی ہے۔
- خلیفہ بطور امیدوار الیکشن نہیں ہو سکتا۔
- اللہ تعالیٰ خلفائے راشدین کو قبولیتِ دعا اور کشوف و رؤیا سے سرفراز کرکے ان کی تائید فرماتا ہے۔
- حسب آیۂ کریمہ وعد اللّٰہ الّذین آمنوا منکم جب تک مومن اعمالِ صالحہ بجا لاتے

رہیں گے اور ایمان پر قائم رہیں گے اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ میں خلافت کو قائم رکھے گا۔

- خلیفہ اہم امور میں مجلس شوریٰ سے مشورہ کرتا ہے لیکن اُسے مشورہ رد کرنے کا اختیار ہے۔
- خلیفہ نبی کا نائب ہوتا ہے اور اُن کاموں کی تکمیل کرتا ہے جن کی بنیاد نبی رکھ جاتا ہے۔

یہ وہ دینی امور ہیں جن پر جماعت احمدیہ کے ہر فرد و بشر کو انشراح صدر ہے۔ اور آج یہ انشراح صدر صرف اور صرف نتیجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دُور بینی کا۔ آپ نے اسلام کی سربلندی کے لئے جماعت کو خلافت کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ اور حضورؓ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جماعت کو ایسی تربیت دی کہ جب آپ ہم سے جدا ہو گئے تو جماعت احمدیہ خلافت کے بارہ میں کسی خلفشار اور انتشار کا شکار نہ ہوئی۔ اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش پوری ہوئی ؎

تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت رخصت خدا کرے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضورؓ کے درجات بلند تر فرمائے۔ آمین ؛

حضرت نبی پاکؐ کی زیارت اور حضرت خلیفہ ثانیؓ کی برکت

(مکرم ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری)

۱۹۶۵ء میں مجھے اللہ تعالیٰ نے فریضۂ حج ادا کرنے کی توفیق بخشی۔ مَیں نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ میں مسجد نبویؐ اور دیگر مقاماتِ مقدسہ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں، کوہ اُحد کے دامن میں، غزوۂ خندق کے آثار، جنت البقیع اور روضۂ پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سفر میں اور حضر میں، دن کو اور رات کو، طواف میں اور نوافل میں، نمازوں میں حتی المقدور عاجزانہ دعائیں کیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ لیکن میری ایک مسلسل دعا، مضطربانہ پکار، فریاد، کرب، دیرینہ آرزو "کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو" قبول ہوتی معلوم نہ ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دن ختم ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں بھی یہ امید بر نہ آئی۔ آہستہ آہستہ ارضِ حجاز میں ٹھہرنے کا وقت بھی خاتمہ کے قریب آ گیا۔ ہوتے ہوتے جدہ میں ساحلِ سمندر سے جہاز کی پکار سُنائی دینے لگی۔ اور مسافر حاجی کیمپ سے نکل کھڑے ہوئے۔ مَیں بھی سوار ہو گیا۔ جتنی دیر جہاز کھڑا رہا میری پُرنم آنکھیں اپنی کمزوری کا اپنے رب کے حضور اعتراف کرتی

رہیں - کہ میں حضور پُر نور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم جا رہا ہوں -

جہاز چل پڑا اور میں اپنے کیبن میں اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر پڑا اور یہاں تک کہہ دیا - کہ "میں نے اتنا سفر کیا ، اخراجات اٹھائے ------ غریب الوطنی کو قبول کیا ، تکلیف اٹھائی اور میری دعائے زیارت قبول نہ ہوئی - شاید کہ میرا حج بھی مقبول نہیں ہوا "

غنودگی نے غلبہ کیا - کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک حجرہ میں ہوں (یہ وہی مقام مدفن ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں) اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر کمبل اوڑھے لیٹے ہیں - میں دیکھتے ہی پاؤں دبانے کے لئے آگے بڑھا مگر حضورؐ نے اپنی ٹانگیں ذرا پرے کھینچ لیں - میں نے عرض کیا حضور ! ہم تو حضرت صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ٹانگیں ، پاؤں ، ہاتھ اور جسم بلا تکلف دباتے ہیں - اس پر حضورؐ نے اپنی ٹانگیں میرے قریب کر دیں اور میں دبانے لگا -

مجھے خیال آیا کہ اگر حضرت صاحب (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں ہوں تو انہیں میں بتاؤں کہ اُن کے واسطے سے مجھ پر کتنا بڑا انعام ہوا ہے - میں نے دیکھا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صورت اختیار کر گئی - اس پر مجھے تفہیم ہوئی کہ اس جہان میں جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یعنی خدمتِ اسلام اور قرآن کا فریضہ ادا کرتا ہے اس زمانے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُسی مسعود زندۂ توحید کی شبیہ میں نظر آتے ہیں -

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو بھی غور سے دیکھا تھا وہ بہت کچھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملتا جلتا تھا - جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلفاء کرام واقعی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں +

حضرت مصلح موعودؓ کی ذرہ نوازی کی ایک مثال (بقیہ صفحہ ۶۴)

میں نے ہر کونے پر دو دو رکعت نماز پڑھی ہے اور چار چار سجدے کئے ہیں ... میری زمین صدر انجمن احمدیہ کی نسبت بہت تھوڑی تھی لیکن اس سال صدر انجمن احمدیہ کو تو گھاٹا رہا لیکن مجھے نفع آیا - یہ محض منشی قدرت اللہ صاحب سنوری کے سجدوں کی برکت تھی "

خاکسار قدرت اللہ سنوری عرض کرتا ہے کہ میرے سجدوں کے متعلق جو حضورؓ نے فرمایا وہ دراصل اس پگڑی کی برکت تھی جو حضورؓ نے مجھے عنایت فرمائی تھی - اس دستار مبارک کی فضیلت کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھے قبولیتِ دعا کا شرف عطا فرمایا ہے اب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے بھی باتباع سنت حضرت مصلح موعودؓ مجھے اپنی دستار مبارک مع کلاہ عطا فرمائی ہے -

والحمد للہ علی ذالک +

حضرت مصلح موعودؓ سے اللہ تعالیٰ کے وعدے

(جناب فضل الرحمٰن صاحب نعیم فاضل)

۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کا دن تاریخ احمدیت میں بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرمایا کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔ لاہور کے جلسہ مصلح موعود میں آپ نے فرمایا:۔

"اے اہلِ لاہور! میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں اس ازلی ابدی خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے تم سب کو پیدا کیا۔ تم مت سمجھو کہ اس وقت میں بول رہا ہوں۔ اس وقت میں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دینِ اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا اس کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔ جو شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل کیا جائیگا اور رسوا کیا جائے گا وہ تباہ و برباد کیا جائے گا۔ مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کردیگا۔ میں ایک انسان ہوں، میں آج بھی مر سکتا ہوں اور کل بھی مر سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ میں ابھی سترہ اٹھارہ سال کا ہی تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اے محمود! میں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً جو تیرے متبع ہوں گے وہ قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رہیں گے یہ خدا کا وعدہ ہے جو اس نے میرے ساتھ کیا۔ میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے بے شک

دو دن بھی زندہ نہ رہوں مگر یہ
وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا جو
خدا نے میرے ساتھ کیا کہ وہ میرے
ذریعہ سے اشاعت اسلام
کی ایک مستحکم بنیاد قائم کریگا
اور میرے ماننے والے قیامت
تک میرے منکروں پر غالب رہیں گے۔"
(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

پھر حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔
"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مصلح موعود کے متعلق
الٰہی بشارات کا ذکر کرتے ہوئے
فرمایا ہے کہ ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
دنیا میں غیر معمولی تغیرات پیدا
فرمائے گا جس کے نتیجہ میں ہماری
جماعت اتنی ترقی کرے گی کہ
ساری دنیا کے لوگ اس میں
داخل ہونے شروع ہو جائیں گے۔"
(الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

دنیا کے تمام براعظم گواہ ہیں کہ مصلح موعود کے
ذریعہ اقوام عالم نے روحانی زندگی حاصل کی۔ اور
وہ وعدے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام
سے کئے تھے وہ حرف بحرف پورے ہوئے اور
مصلح موعود رضی کا مبارک وجود جلد جلد بڑھنے اسیروں
کی رستگاری کا موجب بننے، زمین کے کناروں تک
شہرت پانے اور قوموں کو برکت دینے کے بعد اپنے
نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔۔۔ ایک محبوب
رہنما، ایک عظیم الشان قائد اور ایک مبارک وجود
کی عارضی جدائی کی وجہ سے ہم غمگین ہیں اور ہمارے
ہونٹوں سے بے ساختہ "من شاء بعدک
فلیمت" کی آواز بلند ہو رہی ہے لیکن ہمارے
دل مطمئن ہیں کیونکہ خدا کا سایہ ہمارے سر پر ہے
اور خلافت کا عظیم الشان نظام جاری و ساری ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔
"پس تبلیغ اسلام کو ہمیشہ جاری رکھو اور
نظام خلافت سے اپنے آپکو پورے اخلاص کیساتھ
وابستہ رکھو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
الوصیت میں تحریر فرمایا ہے کہ "میں خدا کی ایک مجسم
قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود بھی ہونگے
جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"۔۔۔ تمہارے لئے
دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔۔۔ جس کا سلسلہ
قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔۔۔ قیامت تک خلافت
کے ساتھ وابستہ رہو تا کہ قیامت تک خدا تعالیٰ کے تم پر
بڑے بڑے فضل نازل ہوتے رہیں۔" (الفضل ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء) ✦

ملّتِ بیضا کی عظمت کا جو تھا بطلِ جلیل

(جناب قریشی عبدالرحمٰن صاحب آبد ناظم اعلیٰ انصاراللہ مجالسِ علاقہ سابق سندھ)

چل بسا "فرزندِ دلبند" اور "گرامی ارجمند"
ڈالتا تھا عزم جس کا ماہ و انجم پر کمند

رشک کرتے تھے فلک جس پہ وہ مردِ خوش نصیب
قوم کی آنکھوں کا تارا اور مولا کا حبیب

ملّتِ بیضا کی عظمت کا جو تھا بطلِ جلیل
بے سہاروں کا سہارا بے نواؤں کا کفیل

عمر بھر جو کُفر کی یلغار سے لڑتا رہا
بے نیازِ بیش و کم ہو کر بھی جو بڑھتا رہا

وہ جیا جب تک فقط اسلام کی خاطر جیا
اُس نے تن من دھن سبھی کچھ حق پہ قرباں کر دیا

عہد کرتے ہیں ترے بالیں پہ تیرے سوگوار
تیری رُوحِ پاک پر مولیٰ کی رحمت بے شمار

ہر طرف پھیلائیں گے اسلام کی جھنکار کو
کُند کر کے توڑ دیں گے کُفر کی تلوار کو

یاد رکھیں گے ابد ہم تیرے ہر پیغام کو
اور غذا سمجھیں گے اپنی خدمتِ اسلام کو

وصالِ حضرت فضلِ عمرؓ

(جناب آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی)

خبر ملی ہے کہ میرا آقا رفیقِ اعلیٰ سے جا ملا ہے
یہ ایسی وحشت اثر خبر ہے کہ دل مرا خون ہو گیا ہے

وہ میرا آقا وہ میرا پیارا ہوں میرے ماں باپ جس پہ قرباں
یتیم کر کے ہم عاجزوں کو وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے

ہے چشم گریاں کلیجہ بریاں جگر ہے چھلنی شکستہ دل ہوں
چھپا ہے جب سے وہ چاند میرا اندھیرا آنکھوں میں چھا گیا ہے

سمجھ میں آتا نہیں کروں کیا میں روؤں چیخوں کہ سسکیاں لوں
حواس قائم نہ ہوش باقی رہے الٰہی یہ کیا ہوا ہے

مشیّتِ ایزدی کے آگے مگر نہیں ہے کسی کو یارا
بلا لیا ہے سب سے پیارا جو اس نے چاہا وہی ہوا ہے

وہ جس نے دنیا کے گوشے گوشے میں سکّہ اسلام کا بٹھایا
علومِ قرآں کی معرفت کا خزانہ جس نے لٹا دیا ہے

وہ خدمتِ دینِ حق میں جس نے گزار دی اپنی عمر ساری
جلا کے سینوں میں شمعِ ایماں وہ اپنے خالق سے جا ملا ہے

ہمیں ہے لازم کہ اپنے آقا کی اس نصیحت کو یاد رکھیں
فروغِ دینِ رسولِ برحق ہی وجہِ خوشنودیٔ خدا ہے

الٰہی توفیق دے ہمیں تو کہ خدمتِ دین میں عمر گزرے
چلیں اسی راہ پر ہمیشہ کہ جس میں دیکھیں تری رضا ہے

بے ساختہ تأثرات کے دو نمونے

(بقیہ صفحہ ۴۸)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ موت تو ہر فرد بشر کو آتی ہے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات اپنے اثرات کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کے لئے نہایت افسوسناک اور غیر معمولی واقعہ ہے۔ آپ کی ذات اور آپ کا مقام جسمانی اور روحانی حسن اور خوبیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ زمانہ میں اپنے کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ آپؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاص دعاؤں کے نتیجہ میں ایک نشان کے طور پر پیدا ہوئے اور آپ کی زندگی ایک زندہ نشان تھا۔ آپ کے وقت میں احمدیت نے بہت ترقی کی اور آپ کے زمانہ میں کم و بیش دنیا کے کناروں تک سلسلہ کا کام پہنچ گیا۔ جو شاندار کام اور سکیمیں آپ نے احمدیت کی ترقی کے لئے جاری فرمائیں وہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گی اور آپ کا طریق اور قیادت آئندہ آنے والوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیگی جس قدر جسمانی، ذہنی اور مالی قربانی ذاتی لحاظ سے بھی آپ نے کی ہے وہ بھی غیر معمولی ہے۔ آپ نے متواتر کئی دن اور راتیں جاگ جاگ کر کام کیا۔ اپنے آرام اور صحت کا خدا کی راہ میں کبھی خیال نہیں کیا۔

حضور اقدسؓ کی وفات معمولی صدمہ نہیں۔ اس کا اثر اس سے بھی زیادہ ہے کہ تقریباً ہر فرد جماعت کا حضور اقدسؓ کے ساتھ ایک قسم کا ذاتی تعلق تھا اور آپ کی شفقت، مہربانی اور دلچسپی ہر ایک خاندان اور اس کے سب افراد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذاتی صورت رکھتی تھی۔ مجھے چونکہ حضور اقدسؓ کے ساتھ تقریباً دس سال تک خدمت کا موقعہ ملا ہے اسلئے حضور کی وفات کا جو اثر مجھ پر ہوا ہے اس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ آج مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں بڑا بدنصیب ہوں۔ میں نے ایسا دکھ کبھی پہلے محسوس نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مجھے اپنے والد کی وفات کی خبر ملتی تو قدرتی رنج اور غم ہوتا ہی مگر اس قدر مجھے گہرے احساسات کے ساتھ کبھی نہ ہوتا۔ آج مجھے ربوہ اور حضورؓ کی جدائی کا حقیقی دکھ ہے اس کا علاج سوائے خدا کی بخشش اور رحم کے اور کچھ نہیں۔ زندہ رہا تو شاید ربوہ کو پھر دیکھ سکوں مگر حضور کو دیکھنے کی حسرت تا مرگ ساتھ جائیگی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ مجھ پر حضور اقدسؓ کے ذاتی طور پر بڑے احسان اور نوازشیں تھیں افسوس تو اس بات کا ہے کہ آخری وقت میں بھی آپکو نہیں دیکھ سکا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب جماعت کو مضبوط اور متحد رکھے اور ترقی کے نئے راستے کھولے۔ آمین ✦

"ادارۃ المصنفین" ربوہ کا انقلاب انگیز لٹریچر

تفسیر صغیر (زیر طبع) سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی معرکۃ الآراء تفسیر جو مجلس مشاورت پر نہایت عمدہ کاغذ پر عکسی شائع ہو رہی ہے۔ ہدیہ صرف اٹھارہ روپے مجلد۔ (آرٹ پیپر پر طبع ہو رہی ہے)

شرح صحیح بخاری (مؤلفہ حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب) اب تک سات حصے چھپ چکے ہیں آٹھواں حصہ زیر طبع ہے۔

تاریخ احمدیت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مفصل اور مستند تاریخ۔ جلسہ سالانہ پر چھٹی جلد شائع ہو رہی ہے جس میں اُن تمام کارناموں کا مبسوط طور پر ذکر کیا گیا ہے جو سیّدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے سرانجام دیئے۔ اسی طرح حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مظلوم اہالیانِ کشمیر کے لئے جو محیر العقول جدوجہد کی اُس کا بھی مفصل ذکر اِس کتاب میں آ رہا ہے۔ نادر و نایاب تصاویر سے مرصع اور کشمیری لیڈروں کے خطوط کا عکس۔ ضخامت پونے آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد دس روپے۔

المبشّرات سیّدنا المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الہامات و کشوف کا ایمان افروز مجموعہ۔ ہدیہ صرف ۱/۸ روپے

ھدایۃ المقتصد :- بدایۃ المجتہد (ابنِ رشد) کا اردو ترجمہ جس میں نکاح، طلاق خلع وغیرہ کے احکام پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت مجلد ۵/- روپے۔

تبویب مسند احمد بن حنبل :- پہلا حصہ شائع ہوا ہے جو سب احباب نے پسند کیا ہے۔ کتاب دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہے۔ قیمت صرف ۶/- روپے۔

ملنے کا پتہ :- **ادارۃ المصنفین ربوہ**

جلسہ سالانہ کے موقع پر ہر کتب فروش سے طلب فرمائیں

روزنامہ الفضل ربوہ

الفضل جماعتِ احمدیہ کا ترجمان ہے۔ جماعتِ احمدیہ ایک تبلیغی اور علمی جماعت ہے اس کی اشاعتِ اسلام کے متعلق کوششیں دُنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہیں۔ روزنامہ الفضل کے ذریعہ علمی اور تربیتی عالمانہ مقالات کے علاوہ اسلام کی ترقی کے متعلق جملہ خبریں بھی اشاعت پذیر ہوتی ہیں اور دُنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کے مجاہدین کی کامیابیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ مخالفینِ اسلام کے غلط اعتراضات کی تردید کی جاتی ہے۔ اس روزنامہ کے ذریعہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کے خطباتِ جمعہ اور دیگر لیکچر پورے پورے اہتمام کے ساتھ شائع ہوتے ہیں ملکی تحریکات اور دُنیا بھر کی اہم خبریں بھی اشاعت پذیر ہوتی ہیں۔ بنا بریں اس اخبار کی خریداری میں سراسر نفع ہے۔

سالانہ چندہ ۲۶/۸ روپے

مینیجر

روزنامہ الفضل۔ ربوہ۔ پاکستان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کتب کا

"مختصر تعارف"

مرتبہ:۔ عبد الباری قیوم واقفِ زندگی

پیش لفظ:۔ محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد

دیباچہ:۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد ناشر:۔ محمد عاقل خان

• خوبصورت کتابت • دیدہ زیب طباعت • صفحات ۶۴ • قیمت فی کاپی ۵۰ پیسے ——— جس میں مختصر مگر جامع الفاظ میں حضور علیہ السلام کی قریباً تمام کتب کا مختلف لحاظ سے تعارف، انکے مطالعہ کی اہمیت اور انکی بکثرت اشاعت کی ضرورت واضح کی گئی ہے۔ تمام احبابِ جماعت کیلئے عموماً اور نونہالانِ احمدیت کیلئے خصوصاً بہت مفید ہے۔

ملنے کا پتہ:

(۱) نصیر احمد ظفر مرم "المصباح" دار الفضل ربوہ (۲) مکتبہ الفرقان ربوہ

نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ

قوم کے سرمایہ سے جاری کردہ ہے اور آپ کی ضرورت کی پرنٹنگ نہایت عمدہ کر سکتا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ اپنی ضرورت کے انگریزی و اُردو لیٹر پیڈ۔ کیش میمو۔ بل بکس۔ دعوتی کارڈ اور وزیٹنگ کارڈ وغیرہ چھپوا کر اپنے پریس کے ممد و معاون ثابت ہوں۔ پریس کی مضبوطی اور کامیابی آپ کے تعاون سے ہے۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے۔

شکریہ

ملک بشارت احمد

مینیجر نصرت آرٹ پریس ربوہ

مکتبۃ الفرقان کی مفید کتابیں

مندرجہ ذیل کتب کے علاوہ مکتبۃ الفرقان کے ذریعہ آپ جماعت احمدیہ کی ہر کتاب طلب فرما سکتے ہیں۔ کتاب کے نایاب ہونے کی صورت میں آپکو اطلاع دی جائیگی (مینیجر الفرقان ربوہ)

- حیاتِ طیبہ (سوانح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) ۶—۰۰
- حیاتِ نور (سوانح حضرت مولانا نورالدینؓ) ۱۰—۰۰
- تحریری مناظرہ (عیسائیوں سے) ۱—۵۰
- کلمۃ الحق (تحریری مناظرہ) ۰—۷۵
- مباحثہ مصر (اُردو) ۰—۶۲
- " " (انگریزی) ۱—۲۵
- القول المبین (ختم نبوت پر لاجواب کتاب) ۲—۰۰
- احکام القرآن ۳—۵۰
- مذہب کے نام پر خون (اعلیٰ کاغذ) ۱—۷۵
- " " " " (اخباری کاغذ) ۱—۵۰
- درِّ دُرداں (فارسی منظوم) ۱—۲۵
- قولِ بلیغ (اعتراضات کے جوابات) ۱—۵۰
- موجودہ عیسائیت کا تعارف ۰—۱۲
- عیسائیت نمبر الفرقان ۱—۲۵
- فلسفہ امامت نمبر الفرقان ۱—۲۵
- حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر الفرقان ۱—۰۰
- حضرت میر محمد اسحٰقؓ نمبر الفرقان ۱—۵۰
- درویشانِ قادیان نمبر الفرقان ۲—۵۰
- حضرت قمر الانبیاء نمبر الفرقان ۲—۰۰
- خلافتِ حقہ ۰—۵۰
- اسلام پر ایک نظر ۰—۶۲
- حضرت مسیح کشمیر میں ۱—۵۱
- انعاماتِ خداوند کریم ۳—۰۰
- زندہ خدا کے زندہ ثبوت ۰—۵۰
- ظہور احمد موعود ۱—۵۰
- فقہ احمدیہ (تشریح حرم مع تبدیلِ حرم) ۳—۰۰
- جاء الحق ۰—۵۰
- شہید ادا الحق ۱—۰۰
- نور احمد ۰—۳۱
- روحِ اسلام یا نعمتِ الہام ۰—۱۲
- حقیقۃ الشہادتین ۰—۵۰
- حیاتِ قدسی ۱—۰۰
- پاکستان کے گوردوارے ۰—۷۵
- ہمارا آقا — مجلد ۲—۰۰، غیر مجلد ۱—۵۰

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● **حضرت امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-**

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس۳۰ چالیس۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ر جنوری ۱۹۵۶ء)

● **حضرت میرزا بشیر احمدؐ صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-**

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مُسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پُوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پُوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منوّر کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱/۷/۵۹)"

(الفضل ۱۰ر جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ

حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ کی ایک خواہش کی تکمیل کا آغاز

ماہنامہ الفرقان کا

★جہاد نمبر★

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس پاک خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ رسالہ الفرقان کی اشاعت کم از کم تیس ہزار ہونی چاہئے حضور کے الفاظ یہ ہیں -

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہئے اور اسکی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہئے"

(الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

عزم کیا گیا ہے کہ حضور رضی اللہ عنہ کی اس خواہش کو اسکے آغاز کے لحاظ سے ہم اپنی زندگی میں ایک دفعہ تو پورا کر دیں - بعد میں آنے والے لوگ پھر خود ذمہ وار ہونگے - تجویز یہ ہے کہ الفرقان کا جہاد نمبر بہت جلد تیس ہزار کی تعداد میں شائع کیا جائے -

ظاہر ہے کہ یہ کام احباب کے بھر پور تعاون کے بغیر نہیں ہو سکتا - اس نمبر کو شایان شان طور پر شائع کرنے کے لئے پندرہ ہزار روپے خرچ ہونگے - بہت سے احباب کے دلوں میں ولولہ پیدا ہو گا کہ وہ حضور رضی اللہ عنہ کی خواہش کو پورا کرنے میں حصہ لیں - سو ان کے لئے موقعہ ہے کہ وہ جس قدر چاہیں اس کار خیر میں حصہ لے سکتے ہیں - ایسے جملہ احباب کو ان کے عطیہ کے مقابل پر الفرقان کے جہاد نمبر کی مقررہ تعداد بھی پیش ہو گی یا ان کے حسب منشاء مفت تقسیم کر دی جائیگی نیز ایسے احباب کے نام بھی تحریک دعا کے طور پر درج کر دئے جائینگے جو کم از کم دو سو رسالہ جات کے لئے رقم بھجوائینگے -

یاد رہے کہ الفرقان کا جہاد نمبر علمی اور تبلیغی لحاظ سے بھی ایک خاص اور اعلیٰ نمبر ہو گا انشاء اللہ

جو دوست اس نیک تحریک میں حصہ لینا چاہیں وہ بہت جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں - یہ نمبر بہت جلد شائع کرنے کی نیت ہے و باللہ التوفیق -

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

ایڈیٹر الفرقان ربوہ